الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون

القرآن ۱۰ ۶۲

اسرار الاولیاء

تذکرہ

حضرت شیخ المشائخ قاضی فتح اللہ صدیقی شطاری و اہل خاندان
خانقاہ درس شریف. اگھار. کوٹلی. آزاد کشمیر
مع مختصر تذکرہ مشائخ کبار پاکستان و ہند

مرتبہ

عبدالعزیز قریشی. ایم اے معاشیات (پشاور)

ڈین

یونیورسٹی کالج آف ایڈمنسٹریٹو سائنسز، کوٹلی
آزاد کشمیر

۱۹۹۴ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

آزاد کشمیر میں کوٹلی کا شہر دینی اعتبار سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں عہد عالمگیری کے ایک مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ المشائخ قاضی فتح اللہ صدیقی شطاری (م ۱۶۷۷ء) کا مزار ہے، جو ابتدا میں پرانے میرپور شہر کے قریب واقع تھا، لیکن منگلا ڈیم کے پانی کی زد میں آنے کی وجہ سے حضرت قاضی صاحب کا جسد خاکی ۱۹۸۵ء میں جامع مسجد الفردوس کوٹلی میں منتقل کیا گیا۔ یہ مسجد عرف عام میں "درس شریف" کے نام سے مشہور ہے اور آزاد کشمیر میں نقشبندی مجددی سلسلہ طریقت کا جانا پہچانا مرکز ہے۔

حضرت قاضی فتح اللہ حسب و نسب کے اعتبار سے قریشی الاصل اور صدیقیانِ میرپور کے مورث اعلیٰ ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب تیسویں (۳۰) پشت میں براہ راست جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ نہ صرف روحانی اعتبار سے بہت بلند درجہ پر فائز تھے، بلکہ دنیوی لحاظ سے بھی صاحب منصب تھے۔ اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بنا پر مغلیہ حکومت نے آپ کو میرپور میں قاضی القضاۃ کے عہدہ جلیلہ پر فائز کیا تھا۔ (۱) چنانچہ اس علاقہ میں آپ نے اپنے عرصہ حیات میں اسلامی شعائر اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے سلسلے میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ نے آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لئے بھی تصوف پر ایک گراں قدر کتاب "خزائن فتحیۃ الاسرار" کے نام سے یادگار چھوڑی، جس کا اصل نسخہ فارسی و عربی زبان میں خانقاہ میں موجود ہے۔ کتاب کا اردو ترجمہ مولانا محمد علیم الدین صاحب نے کیا ہے جو پاکستان آرمی میں بحیثیت خطیب تعینات ہیں۔ میں نے اسی اردو ترجمے کی وساطت سے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ کتاب کے مندرجات پر آئندہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ روشنی

۱۔ خزائن فتحیۃ الاسرار اردو ترجمہ۔ قلمی نسخہ صفحہ ۳۲

ڈالی گئی ہے۔ اور اس کا خلاصہ اقتباسات کی شکل میں قارئین کرام کے مطالعہ کے لئے شامل کتاب کیا گیا ہے۔

حضرت قاضی فتح اللہ کا خاندان ان کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے گزشتہ ۳۱۵ سال سے علاقہ میرپور اور کوٹلی میں خدمت دین اور خدمت خلق کا فریضہ انجام دیتا چلا آرہا ہے۔ خانقاہ کے حالیہ سجادہ نشین اور خاندان کے موجودہ سربراہ خواجہ محمد صادق مدظلہ العالی انتہائی اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاق و کردار کے مالک، درویش صفت بزرگ ہیں جو دنیوی جاہ و جلال سے ماورا اور سیاست و حکومت کے ایوانوں سے دور رہتے ہوئے خلوص اور جذبے کے ساتھ اسلام اور انسانیت کی خاموش خدمت کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ مادیت کے اس پر آشوب دور میں آپ اسلام کی سماجی، اخلاقی اور روحانی اقدار کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ آپ تبلیغ اسلام کے دائرہ کو زیادہ سے زیادہ وسعت دینے میں سرگرم عمل ہیں۔ آپ تحریک تعمیر مساجد اور تحریک تدریس و حفظ قرآن کے علمبردار ہیں۔ آپ کی سربراہی میں درس شریف، کو ایک مربوط اور منظّم دینی مرکز کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ قبلہ خواجہ صاحب کی زیر سرپرستی کوٹلی کے علاوہ آزاد کشمیر کے دیگر اضلاع اور پاکستان کے مختلف شہروں میں تعمیر مساجد کا سلسلہ جس کی ابتدا آپ کے بزرگوں نے کی، کافی فروغ پا چکا ہے۔ مساجد کی تعداد کے لحاظ سے کوٹلی آزاد کشمیر بھر میں سرفہرست ہے۔ شہر کی اسی (۸۰) فیصد مساجد قبلہ خواجہ صاحب کی کوششوں کا ثمر ہیں۔ ان مساجد میں قرآن ناظرہ کی مفت تعلیم کا انتظام ہے۔ بچوں کو حفظ قرآن کی ترغیب دی جاتی ہے۔ خواہش مند طلبہ درس نظامی کا کورس بھی مکمل کر سکتے ہیں۔ دور دراز کے علاقوں سے طلبہ ان مساجد میں اقامت گزین ہوتے ہیں۔ انہیں یہاں رہن سہن، خورد و نوش، اور کتب کی مفت سہولت میسر آتی ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ سکول اور کالج کی عام مروجہ تعلیم بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔ اس طرح جناب خواجہ صاحب کے زیر سایہ غریب اور مستحق بچوں کی کفالت کے ساتھ ساتھ علاقہ میں دینی اور عام تعلیم کو بخوبی فروغ مل رہا ہے۔

تعلیمی اداروں میں مساجد کی تعمیر نوجوان طالب علموں کی دینی تربیت کا تقاضا ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے احاطوں پر مساجد کی موجودگی سے طلبہ، اساتذہ اور دیگر عملہ کو نماز با جماعت کی بروقت ادائیگی میں سہولت میسر آتی ہے۔ قرآت سیکھنے اور قرآن حفظ کرنے

کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیمی اداروں کے اخلاقی ماحول کو سدھارنے میں بھی مساجد اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ جناب خواجہ محمد صادق صاحب نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے بڑے تعلیمی اداروں میں رضا کارانہ طور پر مساجد تعمیر کرنے کا مبارک قدم اٹھایا ہے۔ آپ کی زیر سرپرستی مقامی علامہ اقبال گورنمنٹ ڈگری کالج برائے طلبہ کے احاطہ پر بلال مسجد، کے نام سے ایک خوبصورت مسجد تعمیر شدہ ہے۔ جہاں نماز اور دینی تعلیم کا مستقل انتظام ہے۔ ایک وسیع و عریض اور عالیشان مسجد مقامی یونیورسٹی کالج کے کیمپس پر زیر تعمیر ہے جو تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

ان دینی سرگرمیوں کے علاوہ جناب قبلہ خواجہ صاحب انسانی خدمت کے نقطہ نظر سے بالعموم غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کی ہر ممکن مالی امداد کرتے ہیں۔ آپ غریب اور ہونہار طالب علموں کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ یہ تمام خوبیاں آپ کو خاندانی طور پر ورثے میں ملی ہیں۔ آپ کے والد محترم حضرت قاضی محمد سلطان عالم بھی اپنی خاندانی روایات کے مطابق انتہائی نیک، پارسا، عبادت گزار اور صاحب ولایت بزرگ تھے۔ جنہوں نے اپنی تمام عمر لوگوں کی دینی رہنمائی اور خدمت خلق میں بسر کی۔ کتاب میں آپ کی شخصیت، کردار اور خدمات کے بارے میں تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت قاضی محمد سلطان عالم کا مزار مقدس جہلم شہر کے قریب موضع کالادہ میں واقع ہے۔ جو دربار عالیہ مجددیہ سلطانیہ کے نام سے موسوم ہے۔ قبلہ خواجہ محمد صادق مدظلہ کی والدہ محترمہ المعروف مائی صاحبہ بھی تصوف میں بلند درجے پر فائز تھیں۔ آپ ایک ولیہ کاملہ ہوئی ہیں۔ آپ کا مزار مبارک بھی جامع سلطانیہ جہلم کے احاطہ پر قبلہ قاضی صاحب علیہ الرحمتہ کے مزار کے قریب واقع ہے۔ جہاں ہر سال ۹ر مئی کو عرس منعقد کیا جاتا ہے۔ قبلہ خواجہ محمد صادق صاحب کی دوسری اہلیہ محترمہ. والدہ ماجدہ صاحب زادہ خواجہ محمد زاہد صاحب (مائی صاحبہ ثانی) بھی خود اپنے طور پر بلند درجہ صوفی اور ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ زندگی بھر یتیم بچیوں. بیواؤں اور بے کس عورتوں کی پرورش اور لڑکیوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کرتی رہیں۔ خواتین بڑی تعداد میں آپ سے فیض حاصل کرتی تھیں۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۲۳ر جنوری ۱۹۹۳ء کو واقع ہوئی۔

مجھے یہاں اپنے گزشتہ چار سال کے عرصہ قیام میں قبلہ خواجہ محمد صادق صاحب کی

ذات بابرکات اور آپ کی دینی سرگرمیوں کو قریب سے جانچنے کا موقع ملا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب خواجہ صاحب جو خانقاہ درس شریف، اگھار، کوٹلی کے سجادہ نشین اور سرپرست اعلیٰ ہیں، کی قابل قدر دینی، تعلیمی اور سماجی خدمات اور اس کے علاوہ آپ کے بزرگوں، بالخصوص حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی اور حضرت قاضی محمد سلطان عالم کی گراں بہا خدمات کے بارے میں اندرون و بیرون آزاد کشمیر اصحاب فکر و دانش اور عام لوگوں کو روشناس کرنا بہت ضروری ہے۔ اس لئے میں اس مختصر کتاب کی شکل میں اپنی حقیر کاوش قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بنیادی طور پر یہ کتاب خانقاہ درس شریف، اگھار، کوٹلی اور اس سے وابستہ بزرگان دین کی اسلام اور عوام کے لئے مخلصانہ اور انتہائی قابل قدر خدمات کا جائزہ لینے کے لئے مرتب کی گئی ہے۔ لیکن چونکہ ان حضرات کا تعلق طبقہ صوفیا سے ہے اور یہ اس زمانے میں صوفیائے سلف کے عظیم کارناموں کی مثال پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی اور ان کے اہل خاندان کے مقام و مرتبہ اور ان کی اسلامی اور انسانی خدمات کو تاریخی پس منظر کے حوالے سے اجاگر کرنا ضروری خیال کیا ہے۔ چنانچہ میں نے تین ابواب خصوصی طور پر کتاب میں شامل کئے ہیں۔ ایک باب تصوف کی حقیقت کے بارے میں ہے۔ دوسرا برصغیر پاک و ہند میں صوفیا کی آمد اور یہاں اسلام کی اشاعت سے متعلق ہے۔ جبکہ تیسرے باب میں کشمیر میں اشاعت اسلام کے دور اول پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ حضرت قاضی فتح اللہ اور ان کے خانوادہ کی اسلامی حیثیت اور دینی خدمات کا سیاق و سباق بخوبی واضح ہو سکے۔ مجھے قوی امید ہے کہ ان ابواب کے سبب سے کتاب کی علمی اور عملی افادیت میں ضرور اضافہ ہو گا اور قارئین بہتر طور پر اس سے مستفید ہو سکیں گے۔

چونکہ صاحب خانقاہ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی علیہ الرحمتہ کی کتاب کا نام ''خزائن فتحیۃ الاسرار'' ہے لہٰذا اسی نسبت سے میں نے اپنی اس کتاب کو ''اسرار الاولیا'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔

آج سے دو سال قبل میں نے قرآنی دعاؤں کے موضوع پر ایک کتابچہ ترتیب دیا تھا۔ یہ مختصر کتابچہ بھی دین سے ہی متعلق ہے۔ اسلام اور دینی موضوعات کی طرف میرا

میلان اسلامیات میں اعلیٰ ڈگری یافتہ ہونے کے سبب سے نہیں، بلکہ میرے خاندانی پس منظر کی وجہ سے ہے۔ میرا تعلق مظفر آباد کے ایک معروف دینی گھرانے سے ہے۔ میرے پڑدادا شیخ حبیب اللہ قریشی سکھوں کے عہد حکومت میں ابتدائی عمر میں ہی خانیار، سری نگر سے نقل وطن کر کے مظفر آباد میں آباد ہوئے۔ یہیں ان کی نسلیں پروان چڑھیں۔ آپ درگاہ حضرت شاہ عنایت کے اندرونی احاطہ میں روضہ کے بالکل قریب مدفون ہیں۔ مساجد کی امامت و خطابت کے علاوہ قرآن کریم اور عربی و فارسی کی دینی کتب کی تدریس ہمیشہ سے بزرگوں کا پیشہ تھا۔ چنانچہ مظفر آباد میں جامع مسجد قدیمی حمام والی اور جامع مسجد بازار والی کی خطابت چند سال پہلے تک ہمارے خاندان میں موروثی رہی۔ میرے والد ڈوگرہ حکومت میں محکمہ جوڈیشل کی معمولی ملازمت سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں ان کا تبادلہ سری نگر ہوا جہاں وہ ۱۹۴۱ء تک جج عدالت مقدمات خفیفہ (Judge Small Cause Court) اور سٹی مجسٹریٹ سری نگر کے دفاتر میں جوڈیشل کلرک کے طور پر کام کرتے رہے۔ بعد ازاں ان کا تبادلہ واپس مظفر آباد ہو گیا۔ چنانچہ میری ابتدائی تعلیم مظفر آباد اور سری نگر میں ہوئی۔ میں نے دسمبر ۱۹۴۷ء کے اواخر میں، جبکہ میں بی اے کا طالب علم تھا۔ ریاست پر ہندوستان کی فوج کشی اور جابرانہ تسلط کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نامساعد حالات کی بنا پر سری نگر کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد میں نے اکتوبر ۱۹۵۲ء میں آزاد جموں و کشمیر حکومت کی ملازمت شروع کی۔ ابتدائی تقرری محکمہ اطلاعات میں بحیثیت انفارمیشن آفیسر ہوئی چند ماہ بعد مجھے از خود محکمہ تعلیم میں مستقل طور پر تبدیل کیا گیا۔ یہاں میری تقرری گورنمنٹ کالج راولاکوٹ میں بطور لیکچرار معاشیات عمل میں لائی گئی۔ میری کل ملازمت چالیس سال (۴۰) کے طویل عرصہ پر محیط ہے جو تمام تر شعبہ تعلیم میں ہی گزری ہے۔ ابتدائی بیس (۲۰) سال تدریسی خدمات کی انجام دہی میں اور بقیہ بیس (۲۰) سال بیشتر آزاد جموں و کشمیر حکومت اور آزاد جموں و کشمیر یونیورسٹی کے مختلف ڈگری اور پروفیشنل کالجوں میں بحیثیت پرنسپل یا ڈین فرائض کی بجا آوری میں صرف ہوئے۔ میں گزشتہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کو ڈین یونیورسٹی کالج آف ایڈمنسٹریٹو سائنسز کوٹلی کے منصب پر چار سال کام کرنے کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہوا۔ لیکن مجھے اس خدمت کی بجا آوری کے لئے دوبارہ طلب کیا گیا

ہے اور میں ۳ر مارچ ۱۹۹۳ء کو پھر سے منصب پر حاضر ہوا ہوں۔

اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں بعض دوستوں نے مجھے اپنے قیمتی تعاون سے نوازا ہے۔ پروفیسر اکبر داد ملک صاحب (۲) کی وساطت سے مجھے حضرت فتح اللہ صدیقی کی تصنیف "خزائن فتحیۃ الاسرار" کے اصل نسخے کو دیکھنے اور ترجمہ شدہ کتاب سے استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے صاحب خانقاہ اور ان کے اہل خاندان کے بارے میں "درس شریف" کی لائبریری سے دیگر ضروری لٹریچر بھی مجھے مہیا کیا۔ خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد صادق اور ان کے اہل خانہ کے بارے میں کچھ معلومات محمد منیر بٹ صاحب (۳) ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر نے فراہم کیں۔ اس کے علاوہ مسٹر محمد عبدالخالق لائبریرین نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور یونیورسٹی کالج کوٹلی کی لائبریری سے مجھے کچھ قابل قدر کتب فراہم کیں۔ جبکہ مسودے کی ٹائپنگ کا کام ہمارے ادارہ کے ٹائپسٹ محمد لطیف چوہدری نے انجام دیا۔ اس معاونت کے لئے میں ان سب حضرات کا فرداً فرداً تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

عبدالعزیز قریشی

ڈین

یونیورسٹی کالج آف ایڈمنسٹریٹو سائینسز

کوٹلی، آزاد کشمیر

یکم جون ۱۹۹۳ء

مطابق

۹ ذی الحج ۱۴۱۳ھ

۲۔ اکبر داد ملک صاحب یونیورسٹی کالج آف ایڈمنسٹریٹو سائینسز کوٹلی میں تعینات ہیں۔ آپ دینی جذبے کے تحت خانقاہ درس شریف اگہار کے کاموں میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ خانقاہ کے وابستگان میں اہم مقام رکھتے ہیں۔

۳۔ محمد منیر بٹ صاحب محکمہ تعلیم حکومت آزاد جموں و کشمیر کے ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر اور ایک فاضل شخصیت ہیں۔ حضرت قبلہ پیر صاحب محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کے گہرے عقیدت مند اور معتمد ہونے کی حیثیت سے آپ کے بارے میں خاصی معلومات رکھتے ہیں۔

جامع الفردوس ـ درس شریف. کوٹلی. آزاد کشمیر

نماز جمعہ کے موقع پر مسجد شریف کا اندرونی منظر
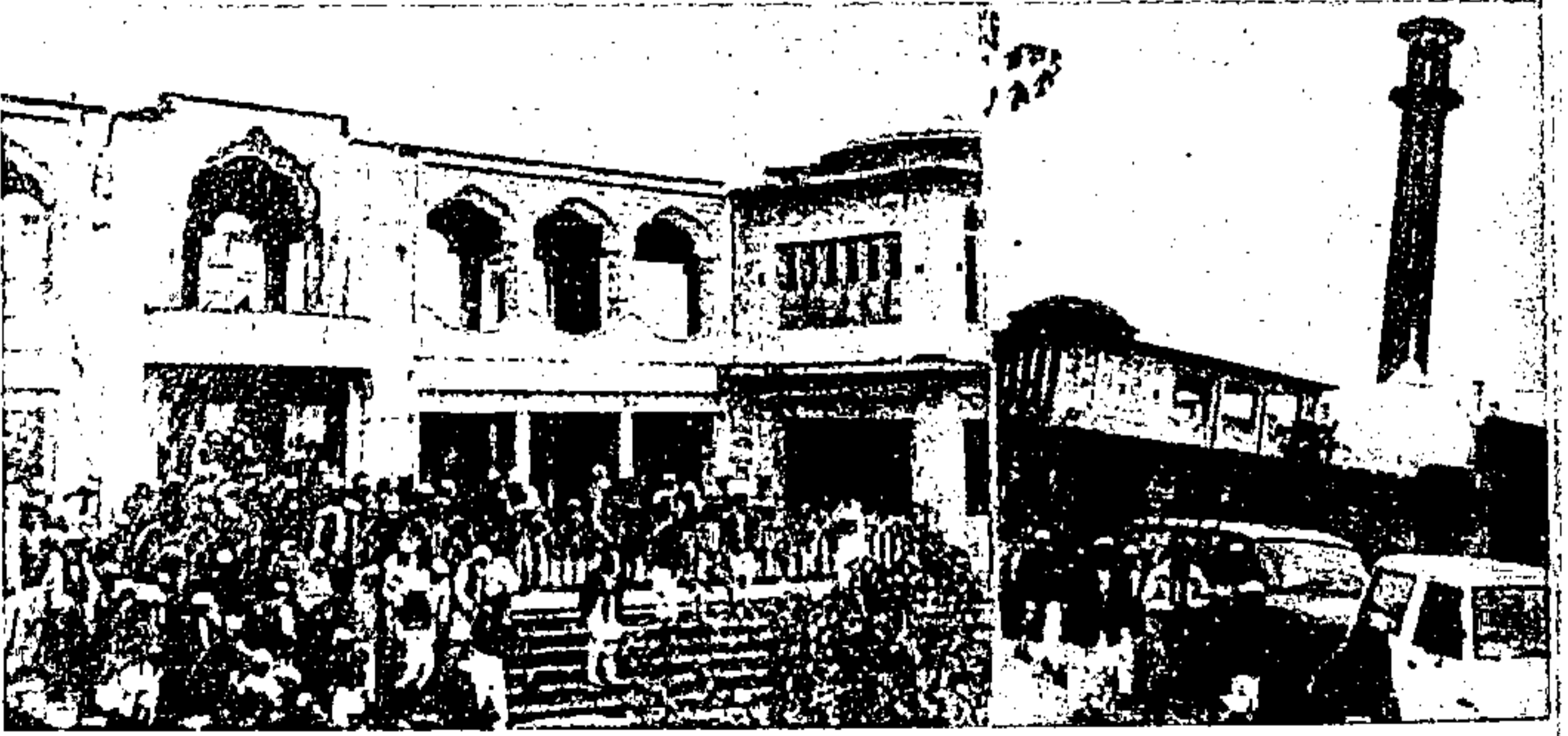
نماز جمعہ کے بعد نمازی حضرات مسجد شریف سے باہر آرہے ہیں

لائبریری درس شریف

باب اول
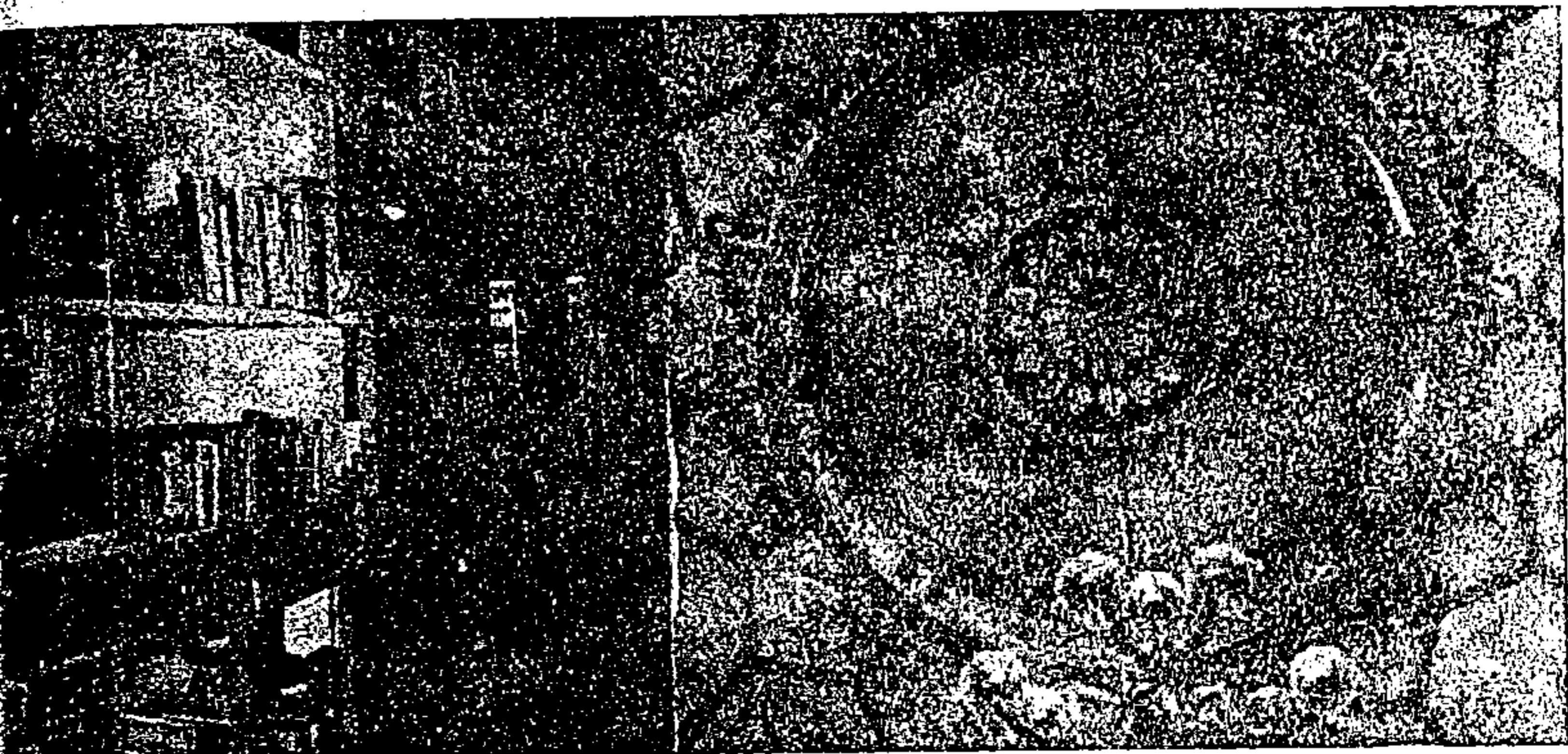
اسلام میں تصوف کی حقیقت اور اہمیت

زیر نظر کتاب اسرار الاولیا ایک ایسے اعلیٰ نسب صوفی خاندان کی دینی خدمات سے متعلق ہے جس کی روشن تاریخ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ آزاد کشمیر کے خطے میں حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی اور ان کے اہل خاندان کی خدمات کو اس تاریخی تسلسل میں دیکھنا چاہیے جس کے تحت صوفیائے متقدمین نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت کی۔ یہ حضرات ماضی میں تاریخ کے ایک طویل دور میں وقتاً فوقتاً افغانستان، ایران اور ترکستان (ماوراء النہر) سے یہاں آئے اور اس وسیع و عریض ملک کے مختلف حصوں میں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ انہوں نے اپنی زندگیاں مکمل طور پر تبلیغ اسلام کیلئے وقف کیں۔ برصغیر میں صوفیا کی آمد کا باقاعدہ سلسلہ گیارھویں صدی عیسوی میں شروع ہوا جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر پے در پے حملے کرنا شروع کئے اور بالاخر سترہ حملوں کے بعد کم و بیش موجودہ مغربی پنجاب تک کا پورا علاقہ اپنی قلمرو میں شامل کیا۔ چنانچہ سلطان کی فتوحات کے جلو میں صوفیائے کرام اور بزرگان دین بھی یہاں آنا شروع ہوئے جن کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام لوگوں تک پہنچانا تھا۔ ان میں حضرت علی بن عثمان ہجویری عرف داتا گنج بخش ؒ قابل ذکر ہیں۔ دیگر صوفیا سلطان شہاب الدین غوری کے فتح ہندوستان کے موقع پر اس ملک میں وارد ہوئے۔ اس زمرے میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ؒ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ شامل ہیں۔ آج برصغیر جنوبی ایشیا کے شمال مغرب اور جنوب مشرق میں مسلمانوں کی واضح عددی اکثریت اور اس کے نتیجہ میں دنیا کے نقشے پر پاکستان اور بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) کی آزاد اور خود مختار مملکتوں کا وجود ان ہی مقدس ہستیوں کی کوششوں کا ثمر ہے۔

برصغیر کی سیاست پر صوفیائے کرام نے اس قدر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں کہ وہ

تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔ اس مختصر کتاب میں ہم ان صوفیائے کرام کی دینی خدمات کا تھوڑا سا ذکر ضرور کریں گے جنہوں نے پاک و ہند میں اسلام پھیلانے کے سلسلہ میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ لیکن اس سے قبل خود تصوف کے بارے میں کچھ کہنا ضروری ہے۔

اسلامی تصوف سے کیا مراد ہے؟

اردو انسائیکلوپیڈیا ۱۹۸۴ء مطبوعہ فیروز سنز لاہور میں تصوف کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"بعض لوگوں کے نزدیک تصوف لفظ صوف سے مشتق ہے۔ یعنی وہ لوگ صوف یا اون کے کپڑے (گدڑی یا کمبل) پہنتے تھے۔ اس لئے صوفی کہلائے۔ بعض نے اسے اصحاب صفہ سے منسوب کیا، کیونکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کر رکھی تھیں اور بعض نے اسے صفا (پاک) سے مشتق مانا۔ شیخ ابوالنصر سریع م۳۷۸ھ نے اپنی تصنیف "کتاب للمع" میں لکھا ہے کہ یہ لفظ حسن بصریؒ کے زمانے میں رائج تھا۔ (۱)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۹۶۲ء مطبوعہ دانش گاہ پنجاب، لاہور میں تصوف کی درج ذیل تشریح کی گئی ہے۔

"یہ لفظ صوف کے لفظ سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں اون اور سمعانی کی رائے میں اونی لباس عادتاً پہننے (لَبَسَ الصوف) کو ظاہر کرتا ہے۔ لہذا اسلامی اصطلاح کے مطابق "صوفی" بن کر خود کو متصوفانہ زندگی کے لئے وقف کر دینے کو تصوف کے نام سے تعبیر کریں گے (۲) ــــ صوف یا سفید اونی خرقہ دوسری صدی ہجری میں نمایاں طور پر راسخ العقیدہ مسلمانوں کا لباس بن گیا۔ اور آج تک یہی صورت ہے۔ بے شمار

۱۔ اردو انسائیکلوپیڈیا ۱۹۸۴ء مطبوعہ فیروز سنز لاہور صفحہ ۳۲۳ زیر عنوان "تصوف"

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۹۶۲ء مطبوعہ دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد ۶ صفحہ ۴۱۸

احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے متدین لوگوں کا پسندیدہ لباس تصور فرماتے تھے۔ "

اسلامی تصوف کی حقیقت

اسلامی تصوف کی ابتدا کے بارے میں "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" میں ان الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

"تاریخی اعتبار سے تصوف کی جڑیں رسول اللہؐ کی گوشہ گیری کے اس عمل میں پائی جاتی ہیں، جو حضور اولین نزول وحی سے پہلے غار حرا میں فرمایا کرتے تھے (۳) ــــ صوفیا کا یہ دعویٰ ہے کہ تصوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر منقطع سلسلے کی وساطت سے ان تک پہنچا (۴) اور یہ کہ تعلیمات مشائخ صوفیہ کا روحانی سلسلہ براہ راست تعلیمات نبویؐ سے جا ملتا ہے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ جنہیں صوفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنا روحانی رہنما تسلیم کرتے ہیں، وہی تھے جنہوں نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ مثلاً پہلے چار خلفاء (خصوصاً ابو بکرؓ اور علیؓ) کے علاوہ چھ وہ صحابی جو ان چار سے مل کر "عشرہ مبشرہ" سے موسوم ہیں اور جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی اور بہت سے دیگر صحابہ جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر سلمان فارسیؓ اور ابو ذر غفاریؓ ہیں۔ (۵)

"صوفیا کے نزدیک اسلامی علوم کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ ظاہری علوم سے مراد شریعت ہے۔ جو عوام کے لئے ہے اور باطنی علم وہ ہے جو ان کے کہنے کے مطابق رسول اللہؐ نے اپنے چند صحابہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابو ذرؓ کو تعلیم کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق سے حضرت سلمان فارسی اور حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ فیض یاب ہوئے۔ (۶) اس کے بعد سے یہ سلسلہ آج تک پوری

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۹۶۲ء مطبوعہ دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد ۶ صفحہ ۴۲۹

۴۔ ــــ ایضاً ــــ صفحہ ۴۲۵

اسلامی دنیا میں قائم ہے۔

"تصوف کی طرف انسان کی کشش اصولاً ضمیر کے اس اندرونی احتجاج کا نتیجہ ہے، جو معاشرتی ناانصافیوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔ یہ احتجاج نہ صرف دوسروں کی بے انصافیوں کے خلاف ہوتا ہے، بلکہ سب سے پہلے یہ بالخصوص اپنی کوتاہیوں کے خلاف ہوتا ہے۔ صوفیائے متقدمین اگر دانستہ طور پر گوشہ نشین ہو کر فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے تو محض اس لئے کہ قرآن پر مزید غور و فکر کر سکیں اور عبادت میں تقرب الٰہی حاصل کرنے کی سعی کریں۔ یا وصال باری تعالیٰ ہر ممکن طریقے سے نصیب ہو جائے۔ یہی نکتہ ہے جو حسن بصریؒ کی زندگی اور ان کے مواعظ میں عیاں ہے۔ جس کی وضاحت بڑے نمایاں طور پر امام غزالیؒ کی خود نوشت "اَلمنقذ" سے ہوتی ہے۔ (۷)

"تصوف کے اعمال روحانی کچھ تو وہ ہیں جو تمام مسلمانوں پر فرض ہیں اور کچھ وہ ہیں جو اپنی مرضی سے ادا کئے جاتے ہیں۔ یعنی نافلۃ. تمام نوافل میں سے اسم ذات یعنی اللہ کے ذکر کو. جس کی تاکید قرآن نے اصرار کے ساتھ کی ہے۔ صوفیہ نے ہمیشہ قرب الٰہی کے حصول کا قطعی ذریعہ تصور کیا ہے۔ مشائخ تصوف نے دوسرے اسمائے حسنیٰ کے ذکر، تلاوت قرآن مجید اور دیگر مختلف اوراد اور وظائف پر بھی خاص زور دیا ہے، جو اب مختلف صوفی سلاسل کے مقررہ معمولات میں شامل ہو چکے ہیں۔ پوری توجہ کے ساتھ عبادت کرنے کے لئے تنہائی سب سے بڑی معاون ہے. جسے روزے سے اور زیادہ تقویت پہنچتی ہے۔ اس طرح کی تنہائی. یعنی روحانی کنارہ کشی اسلام میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کی صورت میں بخوبی میسر آتی ہے۔ عبادت میں مدد دینے والا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ یاران طریقت مل کر مجالس ذکر منعقد کریں۔ (۸)

"صوفیاکی بلند ترین روحانی کیفیت اس لقب میں مضمر ہے جو قرآن نے درجہ اولیٰ

۵۔ ـــــــ ایضاً ـــــــ صفحہ ۴۳۰

۶۔ اردو انسائیکلوپیڈیا ۱۹۸۴ء مطبوعہ فیروز سنز لاہور صفحہ ۳۲۳

۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۹۶۲ء مطبوعہ دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد ۶ صفحہ ۴۲۱

۸۔ ـــــــ ایضاً ـــــــ صفحہ ۴۳۱

کے اولیا اللہ کو دیا ہے۔ یعنی "اَلمُقَرَّبُوْن" (وہ جو خدا کے قریب لائے گئے) ۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پورا تصوف اس حدیث قدسی میں جمع کر دیا گیا ہے۔ "میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔"

(بخاری = ۸۱) (۹)

امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) نے اپنی خود نوشت سوانح عمری "المنقذ" کے ذریعے اس نظریئے کی توثیق کی کہ تصوف کی زندگی بلند ترین زندگی ہے۔ غزالیؒ کا مقصد یہ تھا کہ روحانیت کی عام سطح کو بلند کریں اور ملت اسلامیہ میں اس کی اصل متصوفانہ زندگی کو بحال کر دیں۔ (۱۰) اسی طرح بہت بعد کے زمانے میں محمد عبدہٗ (م ۱۳۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ "صوفیا میں سے وہ عارف جو سلوک کی آخری منزل تک پہنچ گئے۔ وہ انبیاء کے بعد انسانی کمال کے بلند ترین درجے پر فائز ہیں۔ (۱۱)

صوفیا کے مختلف سلاسل طریقت

اسلام میں تصوف کی معنوی حقیقت جاننے کے بعد یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ صوفیا نے گزشتہ ادوار میں تصوف کے مقاصد کس طرح حاصل کیے ہیں۔ یہ مسئلہ صوفیا کے سلاسل طریقت کا ہے۔ اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ مختلف اوقات میں مختلف بزرگوں نے اپنے اپنے مختلف سلاسل طریقت وضع کیے اور اپنے پیرووں کی وساطت سے انہیں رواج دیا۔ ان سلاسل کا آغاز عراق، ایران یا ترکستان میں ہوا۔ اہم ترین سلاسل طریقت کا حال ذیل میں قلمبند کیا جاتا ہے۔

۹۔ ــــــ ایضاً ــــــ صفحات ۴۳۱، ۴۳۲

۱۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۹۶۲ء مطبوعہ دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد ۶ صفحہ ۴۳۳

۱۱۔ ــــــ ایضاً ــــــ صفحہ ۴۳۵

۱۔ سلسلہ قادریہ

امام غزالیؒ کی وفات کے جلد ہی بعد ان کے دینی منصب کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء) نے سنبھال لیا۔ وہ عام طور پر سلطان الاولیاء کے لقب سے مشہور اور قادری سلسلہ طریقت کے بانی ہیں جو ان کی وفات کے بعد ایک ہی پشت میں دنیائے اسلام کے اکثر حصوں میں پھیل گیا۔ (۱۲) حضرت عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ بغداد میں ایک رباط (خانقاہ) اور مدرسہ کے ناظم تھے اور ان دونوں جگہوں پر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے وعظوں کا مجموعہ "الفتح الربانی" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ (۱۳) آپ کے بعد آپ کے بیٹے عبدالوھاب (م ۵۹۳ھ/۱۱۹۶ء) اور عبدالرزاق (م ۶۰۳ھ/۱۲۰۶ء) آپ کے جانشین ہوئے۔ اس سلسلہ طریقت میں پیر اپنے جس مرید کو کامل سمجھتا تھا، اس کو خرقہ دے کر دوسرے مقامات یا ممالک میں مذہب کی اشاعت کے لئے روانہ کر دیتا تھا۔ یہ لوگ نبی اکرمؐ کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کو رہنما سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نجات اور حصول جنتؐ کے لئے پیر کے ارشادات اور خیالات کی پیروی کرنا لازمی ہے۔ جناب شیخ کی زندگی ہی میں مختلف مریدوں نے مختلف ممالک میں آپ کی تعلیمات کی تلقین شروع کی۔ پاک و ہند میں بھی طریقت کے دوسرے سلسلوں سے سلسلہ قادریہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ پنجاب کے بیشتر سنی مولوی اس سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ قادری رقص اور موسیقی کے ساتھ سماع کے خلاف ہیں۔ قادری درویش اپنی شناخت کی غرض سے بالعموم سبز پگڑی پہنتے ہیں اور ان کے لباس کا کوئی نہ کوئی حصہ ہلکے بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ وہ درود شریف کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے ہاں ذکر خفی اور ذکر جلی دونوں جائز ہیں۔ (۱۴)

شیخ عبدالقادر جیلانی کی قریبی روحانی اولاد میں محی الدین ابن عربی

۱۲۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۴۳۳

۱۳۔ ـــــ ایضاً ـــــ جلد ۱۶ حصہ اول صفحہ ۱۰

۱۴۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۵۲

(م۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) تھے۔ جنہیں صوفی شیخ اکبر کہتے ہیں۔ وحدت الوجود کا عقیدہ انہی سے منسوب ہے۔ (۱۵) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ملت اسلامی کو اس عقیدے کی خامیوں اور کمزوریوں سے نجات دینے کے لئے عقیدہ وحدت الشہود پیش کیا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمتہ نے بھی اپنا فلسفہ خودی اسی وحدت الشہود کے نظریہ پر استوار کیا ہے۔ (۱۶)

۲۔ سلسلہ چشتیہ

برصغیر میں سلسلہ چشتیہ تاریخی اعتبار سے سب سے پرانا ہے۔ اس سلسلہ کو تیرھویں صدی عیسوی میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی جیسے عظیم المرتبت اور جلیل القدر صوفیا نے رواج دیا۔ پاکستان اور ہندوستان میں سلسلہ چشتیہؒ کے عقیدت مندوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ ان کے ہاں کلمہ شہادت پڑھتے وقت الا اللہ پر خاص زور دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ عموماً ان الفاظ کو دہراتے وقت سر اور جسم کے بالائی حصے کو ہلاتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے کی امتیازی خصوصیت سماع کا رواج ہے۔ چشتی درویش بالعموم رنگ دار کپڑے پہنتے ہیں اور ان میں زیادہ تر ہلکے بادامی رنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۱۷)

۳۔ سلسلہ سہروردیہ

سہروردیہ سلسلہ بھی چشتیہ کی طرح بہت پرانا ہے اور ٹھوس تبلیغی کاموں میں تو شاید اس کا پلہ چشتیہ سے بھاری ہے۔ (۱۷) موجودہ پاکستان میں صوبہ پنجاب کے مغربی اور جنوبی اضلاع کے علاوہ صوبہ سندھ اور بلوچستان میں اسلام کی توسیع سلسلہ سہروردیہ کے

۱۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۹۶۲ء مطبوعہ دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۶ صفحہ ۴۳۳

۱۶۔ اقبال کے محبوب صوفیہ مصنفہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۵۳

۱۷۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۵۲

بزرگوں حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ (م ۶۶۱ھ/۱۲۶۲ء) ان کے صاحب زادے شیخ صدرالدین ؒ (م ۱۳۰۹ھ) اور پوتے شیخ رکن الدین ابوالفتح ؒ (م ۱۳۳۴ء) کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ دیگر مبلغین میں مخدوم سید جلال الدین بخاری ؒ، مخدوم سید جہانیاں جہاں گشت ؒ اور مخدوم لال شہباز قلندر ؒ قابل ذکر ہیں۔ برصغیر میں سلسلہ سہروردیہ کی ابتدا کرنے والے بزرگ شیخ بہاؤالدین ذکریا ؒ ہیں۔ جنہوں نے بغداد میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ سہروردی سلسلے کے اصل بانی شیخ ابُوالنجیب سہروردی ؒ کے بھتیجے اور ان کے خلیفہ اکبر بلکہ سلسلے کے بانی ثانی تھے۔ (ملاحظہ ہو فوائد الفواد صفحہ ۴۳) بنگال میں اسلام کی اشاعت شیخ جلال الدین تبریزی اور شاہ جلال یمنی کی بدولت عمل میں آئی۔ دونوں کا تعلق اسی سلسلے سے ہے۔ کشمیر میں بھی اسلام کبرویہ سلسلے کے بزرگوں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی اور ان کے صاحب زادے سید میر محمد ہمدانی نے پھیلایا، جو سہروردیوں کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ (۱۸)

سلسلہ سہروردیہ کے معتقدین میں سانس بند کر کے "اللہ ہو" کا ورد کرنے کا بڑا رواج ہے۔ وہ ذکر جلی اور ذکر خفی دونوں کے قائل ہیں۔ سماع سے بےاعتنائی برتتے ہیں اور تلاوت قرآن پر خاص طور پر زور دیتے ہیں۔ (۱۹)

سلسلہ نقشبندیہ

نقشبندیہ سلسلہ طریقت کا ہم تفصیل سے ذکر کریں گے۔ اس لئے کہ صاحب خانقاہ "درس شریف" حضرت قاضی فتح اللہ جو اس کتاب کا اصل موضوع ہیں، کے اہل خاندان نے اب اسی سلسلے کو اپنایا ہے۔ اور اسی کی ترویج و اشاعت میں سرگرم ہیں۔ تصوف کا یہ سلسلہ محمد بہاؤالدین بخاری ؒ (۱۳۱۷ء۔ ۱۳۸۹ء) نے جاری کیا۔ نقشبند کے معنی مصور کے ہیں۔ چونکہ آپ نے حقیقت کی صحیح تصویر پیش کی اس لئے آپ کے مرید اس سلسلہ کو نقشبندیہ کے نام سے پکارنے لگے۔ اول اول اس سلسلہ نے وسط ایشیاء، ترکستان اور بخارا

۱۸۔ ______ایضاً______ صفحہ ۲۵۲

۱۹۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۲۵۳، ۲۵۴

میں ترقی کی اور اس کے بعد پاک و ہند اور دوسرے ممالک میں بھی پھیل گیا۔ پاکستان کے مختلف مقامات میں نقشبندیوں کے مراکز موجود ہیں۔ (۲۰)

نقشبندیہ فقط ذکر خفی کو جائز سمجھتے ہیں۔ موسیقی اور سماع کے خلاف ہیں اور احکام شریعت پر سختی سے عمل کرتے ہیں، بلکہ فرائض شرعی کو نوافل پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے ہاں مرشد اپنے مریدوں سے الگ نہیں بیٹھتا بلکہ حلقے میں ان کا شریک ہوتا ہے اور توجہ الی الباطن سے ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ (۲۱) یہ سلسلہ اسلام کے سلاسل تصوف میں مقابلتاً راسخ العقیدہ نظریات کی عکاسی کرتا ہے۔

برصغیر میں سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد مغلیہ عہد کے ایک بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے رکھی۔ آپ ۱۵ر جولائی ۱۵۶۴ء کو کابل میں پیدا ہوئے۔ اصل نام محمد رضی الدین تھا۔ لیکن باقی باللہ کے نام سے مشہور ہیں۔ (۲۲) تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے راہ حق کی تلاش میں مختلف ممالک کا سفر کیا۔ اور کئی بزرگوں سے ملاقات کی۔ بالآخر سمرقند میں حضرت مولانا خواجگی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے نقشبندی سلسلہ میں تعلیم دی، خلافت عطا کی اور ہندوستان واپس جانے کا حکم دیا۔ (۲۳) یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ آپ نے اس سے قبل بھی حصول فیض اور ارشاد و ہدایت کے لئے ایک زمانہ ہندوستان میں گزارا تھا۔ جناب خواجہ صاحب پہلے سمرقند سے لاہور آئے اور یہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد دہلی چلے گئے۔ اس شہر میں آپ کو علمی، اخلاقی اور روحانی عظمت کے سبب بہت عروج نصیب ہوا۔ اراکین سلطنت اور علماء و مشائخ کی بڑی تعداد آپ کے حلقے میں شامل ہو گئی۔ چنانچہ اس دور کی مقتدر روحانی شخصیتوں کو آپ اپنے زیر اثر لائے۔ ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء میں حضرت مجدد الف ثانی نے آپ سے بیعت کی۔ حضرت شیخ عبدالحق

۲۰۔ اردو سائیکلو پیڈیا ۱۹۸۴ء مطبوعہ فیروز سنز، لاہور صفحات ۹۹۷، ۹۹۸

۲۱۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۲۵۴

۲۲۔ رود کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۱۹۱، ۱۹۲

۲۳۔ رود کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۹۵

محدث دھلوی بھی آپ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوگئے۔ (۲۴) لیکن آپ کی زندگی نے زیادہ عرصہ وفا نہیں کی۔ دہلی میں تین چار سال قیام کے بعد آپ نے یہاں ۱۶۰۳ء میں وصال فرمایا۔ اس مختصر عرصہ میں آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد مستحکم طور پر رکھ دی اس کے نتیجہ میں ملک میں اسلام کو تقویت ملی اور جو پراگندگی اکبری دور کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی اس کا ازالہ ہوا۔

اگرچہ نقشبندی سلسلہ طریقت کو اس ملک میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے متعارف کیا، لیکن برصغیر میں اسے حضرت شیخ احمد سرہندی کی عظیم اور سریع الاثر شخصیت کی کوششوں سے فروغ نصیب ہوا جس کی بدولت نقشبندی مجددی سلسلہ کی بنیاد پڑی۔ پاکستان میں اس سلسلے کے معتقدین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

۲۴۔ ـــــــ ایضاً ـــــــ صفحات ۱۹۶۔ ۱۹۸

باب دوم

برصغیر میں صوفیا کی آمد اور اشاعت اسلام

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت صوفیا کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے عمل میں آئی۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ صوفیا کا طریق کار دور حاضر کے مشنریوں اور مبلغوں سے بالکل مختلف تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو فقط غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے لئے وقف نہ کر رکھا تھا. بلکہ ان کے دروازے ہر ایک کے لئے. خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان. امیر ہو یا غریب. کھلے تھے اور ان کا کام بلا کسی تفریق کے ارشاد و ہدایت تھا۔ ایک ہندو کے قبول اسلام سے انہیں جتنی خوشی ہوتی تھی. شاید اس سے زیادہ ایک مسلمان کے ترک گناہ سے ہوتی۔ وہ ہر ایک کو بلند تر روحانی زندگی کا پیغام دیتے۔ اس کا عملی نتیجہ یہ تھا کہ غیر مسلم اسلام کی طرف راغب ہوتے اور عام مسلمان ایک پاک اور بے عیب زندگی کی طرف۔ صوفیہ کے اس جامع نقطہ نظر کو سلسلۃ الذھب کے مصنف نے مشہور سہروردی بزرگ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے حوالہ سے اس طرح بیان کیا ہے۔

> "لوگوں کی ارشاد و ہدایت میں کفر سے ایمان کی طرف. گناہ سے عبادت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف ان کا بڑا مرتبہ تھا۔" (۱)

یعنی صوفیا کا مطمع نظر محض اسلام کی اشاعت نہیں بلکہ حقیقی اسلام کی توسیع تھا۔ جس کی ضرورت فقط غیر مسلموں کو نہیں. بلکہ بہت سے مسلمانوں کو بھی ہے۔ چنانچہ اسلام حقیقی کی توسیع کی یہی خواہش تھی. جس کی بنا پر حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ نے ایک دو دفعہ ہندوؤں کے مسلمان نہ ہونے پر افسوس ظاہر کیا۔ تو اس سے زیادہ مرتبہ مسلمانوا کے حق مسلمانی پورا نہ کرنے اور انسانیت کی معراج پر نہ پہنچنے پر رنج و غم کے آنسو بہائے

۱۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۹۱

(فوائد الفواد ص ۱۸۴) (۲)

اب ہم ان صوفیا کے حالات قلمبند کریں گے جنہوں نے برصغیر میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے تاکہ ان کی روشنی میں حضرت قاضی فتح اللہ اور ان کے اہل خاندان کی تبلیغی سرگرمیوں کو جانچنے اور پرکھنے میں خاطر خواہ مدد مل سکے۔ ان صوفیا کا ترتیب وار ذکر درج ذیل ہے۔

۱۔ شیخ اسماعیلؒ لاہوری

تاریخ کی کتابوں میں سب سے پہلے جس مبلغ اسلام کا نام آتا ہے، وہ شیخ اسماعیلؒ لاہوری ہیں، جو یہاں اس زمانے میں آئے جب ابھی لاہور میں ایک ہندو راجا حکمران تھا۔ آپ بخاری سید تھے اور علوم ظاہری اور باطنی دونوں میں دسترس رکھتے تھے۔ واعظین اسلام میں وہ سب سے پہلے بزرگ تھے جنہوں نے لاہور کے شہر میں جہاں وہ ۱۰۰۵ء میں آئے تھے، وعظ کیا۔ ان کی مجلس وعظ میں سامعین کا ہجوم ہوتا تھا اور ہر روز سینکڑوں لوگ خلعت اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ (۳)

۲۔ حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری

برصغیر پاک و ہند کے سب سے جلیل القدر عالم و صوفی حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ ہیں۔ جو سلطان مسعود بن محمود غزنوی (۴۲۲۔ ۴۳۲ھ) کے آخری عہد حکومت میں دو ساتھیوں کے ہمراہ غزنی سے لاہور تشریف لائے اور یہاں رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ انہوں نے اپنے مواعظ، تصانیف اور فیضان ظاہری و باطنی سے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کا نور دور دور تک پھیلا دیا۔ اسلامی تصوف کے سرچشمے جو عجمی خیالات و اثرات کی آمیزش سے گدلے ہو چکے تھے، آپ نے ان کو نتھارا اور خالص اسلامی تصوف کی طرف اہل عرفان کا رخ موڑا۔ گیارھویں صدی عیسوی کی

۲۔ ـــــــ ایضاً ـــــــ صفحہ ۱۹۲

۳۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۷۴، ۷۵

تصوف کی تاریخ میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ؒ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے ایک طرف تصوف کے متعلق عوام کی غلط فہمیوں کو دور کیا، دوسری طرف اسلامی تصوف کی راہیں کھول دیں۔ حضرت داتا گنج بخش نے تصوف کو اسلامی شریعت کے قریب لانے کی ان تھک کوشش کی اور حقیقی تصوف کو عوام تک پہنچانے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

حضرت داتا گنج بخش کی ولادت باسعادت ۴۰۰ھ (۱۰۔۱۰۰۹ء) میں ہوئی۔ (۴) سلسلہ نسب حضرت امام حسن ؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کو ہجویری یا جلابی اس لئے کہتے ہیں کہ مدتوں غزنی کے ان نواحی محلوں میں آپ کا قیام رہا۔ حضرت داتا گنج بخش نے جن بزرگ سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی، وہ حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی علیہ الرحمتہ ہیں۔ یہ بزرگ سلسلہ جنیدیہ میں منسلک تھے۔ (۵) قدیم صوفیہ کے دستور کے مطابق تزکیہ باطن اور روحانی کمال کے لئے آپ نے اسلامی ممالک شام، عراق، ایران، آذربائیجان، طبرستان، خوزستان، کرمان، ماوراء النہر اور ترکستان وغیرہ کی خوب سیاحت کی اور ہر مقام کے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔ مسلسل طویل عرصے تک سفر میں رہنے کے باوجود ہمیشہ نماز با جماعت پڑھتے اور نماز جمعہ کے لئے بالالتزام کسی شہر میں قیام فرماتے۔ اپنے مرشد کی طرح صوفیوں کی ظاہری نمود و نمائش سے متنفر تھے اور ان ظاہری رسوم کو ریا سے تعبیر فرماتے تھے۔

لاہور میں قیام فرمانے کے بعد آپ کچھ عرصہ تک درس دیتے رہے۔ پھر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ حضرت داتا گنج بخش کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان میں کشف المحجوب آپ کی سب سے زیادہ مقبول اور مشہور تصنیف ہے۔ یہ فارسی زبان میں تصوف کی پہلی کتاب ہے۔ پروفیسر نکلسن نے کشف المحجوب کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ انہوں نے کشف المحجوب کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا۔ "یہ وہ کتاب ہے جس سے پہلی مرتبہ برصغیر پاک و ہند اسلامی تصوف سے متعارف ہوا۔ (۶)

۴۔ اقبال کے محبوب صوفیہ مصنفہ اعجاز الحق قدوسی ۱۹۸۲ء صفحہ ۵۲

۵۔ ـــــــ ایضاً ـــــــ صفحہ ۵۴

۶۔ ـــــــ ایضاً ـــــــ صفحہ ۶۶

حضرت داتا گنج بخش نے ۴۶۵ھ (۷۳-۱۰۷۲ء) میں وصال فرمایا۔ یہی تاریخ لاہور میں آپ کے مقبرے پر درج ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ

غیر منقسم ہندوستان کی اسلامی دور کی تاریخ پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے کہ مسلم فرمانرواؤں نے غیر مسلموں کے ساتھ اپنی رواداری کی پالیسی کو کچھ اس طور پر مرتب کیا تھا کہ وہ خود بتدریج اشاعت اسلام اور تبلیغ سے کنارہ کش ہوتے گئے۔ ان کے اس رویئے نے یہ ذمہ داری علماء اور صوفیا پر ڈال دی۔ چنانچہ علماء نے ترویج شریعت اور دینی علوم کی درس و تدریس کا کام اپنے ذمہ لیااور صوفیائے کرام نے تزکیہ نفس، اصلاح اخلاق اور روحانی تربیت کا مرکز اپنی خانقاہوں کو بنایا۔

صوفیا اپنی تعلیمات میں پابندی اخلاق پر زور دیتے تھے اور خدمت خلق کو اس کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ٹھہراتے تھے۔ صوفیا کے مسلک میں خدمت خلق کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ وہ دل جو بنی نوع انسان کے جذبہ محبت و خدمت سے خالی ہو اس کے ایمان کو بھی ناقص بتاتے تھے۔ صوفیائے کرام شریعت و طریقت کو ہم آہنگ کر کے امن، شرافت اور احترام انسانیت کا درس دیتے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ بھی ان عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے انسانیت کی بکھری ہوئی زلفوں کو سنوارا اوز دین و دنیا اور مادیت و روحانیت میں ایک عظیم توازن پیدا کیا۔ اور معاشرے میں حسن اخلاق، تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی شمع روشن کر کے احترام انسانیت کا درس دیا۔ آپ نے رشد وہدایت کی جو جلیل القدر خدمات انجام دیں، وہ ہماری تاریخ کا ایک جلی عنوان ہیں۔ یہ امتیاز بھی سلسلہ چشتیہ کو حاصل ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں تصوف کا یہ سلسلہ دیگر تمام سلاسل سے پہلے آیا۔

اس برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵۳۴ھ مطابق ۱۱۲۹ء میں سجستان میں پیدا ہوئے۔ ۵۴۴ھ (۴۰-۱۱۳۹ء) میں آپ کو مدرسہ نیشاپور میں داخل کیا گیا۔ یہ مدرسہ نظامیہ بغداد کے بعد اسلامی دنیا کا سب سے بڑا مدرسہ

تھا۔ ابھی پندرہ سال کے تھے کہ یتیم ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کا دل دنیا سے متنفر ہو کر زہد و اتقا کی طرف مائل ہو گیا۔ چنانچہ آپ دنیوی امور سے منہ موڑ کر علم و عمل کے راستے پر گامزن ہوئے۔ بخارا پہنچ کر شیخ حسام الدین جیسے یگانہ روز گار عالم سے تعلیم حاصل کی۔ پھر سمرقند تشریف لائے۔ یہاں مولانا شرف الدین سے علوم دینی و عقلی کی تکمیل کی۔ علوم ظاہریہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے اور قصبہ ہرون میں جو نیشا پور کے نواح میں واقع تھا، حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ ایک عرصہ دراز تک ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد آپ کے مرشد نے آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے طویل مدت تک بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کی۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ آپ ستاون روز تک حضرت غوث الاعظم کے ساتھ ایک حجرے میں مقیم رہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی اور سلسلہ سہروردیہ کے بانی شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی سے بھی آپ کا بہت ربط و ضبط رہا۔ اصفہان میں آپ کی ملاقات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ہوئی جو ان دنوں مرشد کی تلاش میں تھے۔ حضرت قطب الدین، حضرت خواجہ بزرگ کے مرید ہوئے اور بعد میں حضرت خواجہ بزرگ نے اجمیر میں اقامت فرمائی تو خواجہ قطب الدین نے ان کے فیض کا سلسلہ دہلی میں جاری رکھا۔

بغداد، ہرات، تبریز اور بلخ سے ہوتے ہوئے خواجہ غزنی کے راستے برصغیر میں وارد ہوئے اور پہلے لاہور پہنچے۔ یہاں آپ نے داتا گنج بخش کے مزار پر چلہ کشی کی۔ اس واقعے کی طرف اقبال نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

سید ہجویر مخدوم امم　　　مرقد او پیر سنجر را حرم

(اسرار خودی)

پھر لاہور سے ملتان تشریف لائے اور یہاں پانچ سال رہ کر ہندوستانی زبان میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اس کے بعد آپ دہلی آئے اور تھوڑا عرصہ یہاں قیام کر کے بقول مصنف تاریخ فرشتہ ۱۰ محرم ۵۶۱ھ مطابق (۱۱۶۵ء) کو اور بقول وحید احمد مسعود مصنف "سوانح خواجہ معین الدین چشتی" ۵۸۷ھ مطابق ۹۲۔ ۱۱۹۱ء کو اجمیر پہنچے اور آخر وقت

تک اجمیر ہی میں مقیم رہے۔

آپ کے مشہور مرید فقط دو ہوئے ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور سلطان التارکین شیخ حمیدالدین صوفی ناگوریؒ۔ اگرچہ شیخ کبیر بابا فرید گنج شکرؒ نے بھی ایک مرتبہ آپ سے براہ راست فیض حاصل کیا ہے۔ لیکن خدا کی مہربانی سے آپ کا سلسلہ اس طرح پھیلا کہ ہندوستان کے تمام سلسلوں پر غالب آگیا۔ سیر الاولیاء میں آپ کی تبلیغی کامیابی کی نسبت لکھا ہے کہ ـــــ آپ کے زمانے سے پہلے تمام ہندوستان میں کفر و بت پرستی کا رواج تھا اور ہند کا ہر ایک سرکش اپنے طور پر خدائی کا دعویدار تھا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتا تھا۔ وہ سب پتھروں، درختوں، چوپایوں، گائے اور گوبر کو سجدہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں کسی فارسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

همه غافل از حکم دین و شریعت — همه بے خبر از خدا و پیمبر
نه هرگز کسے دیده هنجار قبله — نه هرگز شنیده کس الله اکبر

آپ نے اجمیر میں رشد و ہدایت کا چراغ روشن کر کے اس برصغیر کو اسلام کی روشنی سے منور کر دیا۔ اس بنا پر شاعر نے حضرت خواجہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

از تیغ او بجائے صلیب و کلیسا — در دار کفر مسجد و محراب و منبر است
آن جا که بود نعرہ فریاد مشرکان — اکنون خروش نعرہ الله اکبر است

آپ کے تشریف لانے سے قبل ہندوستان میں طبقاتی تفاوت اور ذات پات نے تمدنی زندگی کو بالکل تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ غریبوں کے لئے زندگی ایک بوجھ تھی۔ آپ نے اس عالم میں لوگوں کے سامنے اسلام کا نظریہ پیش کر کے انہیں بتایا کہ اسلام ہی ایک ایسا لائحہ عمل ہے کہ جس کے اختیار کر لینے کے بعد اونچ نیچ، ذات پات کی تفریق ختم ہو کر سب کے لئے مساوات اور امن و خوشحالی کے دروازے کھلتے ہیں۔ آپ کی وفات ۹۷ برس کی عمر میں ۶۳۳ھ یعنی مارچ ۱۲۳۵ء میں ہوئی۔ مزار شریف اجمیر میں ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ کو زمانہ ان کی پاک زندگی، مبلغانہ اور معلّمانہ کوششوں اور

روحانی عظمت کی وجہ سے مانتا ہے۔ لیکن ان کی زندگی کا ایک پہلو اور بھی تھا۔ وہ یہ کہ آپ شاعر بھی تھے اور آپ کے اشعار کی تعداد سات تا آٹھ ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ فارسی شعرا کے مشہور تذکرہ آتش کدہ میں آپ کی یہ دو رباعیاں نقل ہوئی ہیں۔ (۷) ؎

عاشق ہر دم فکر رخ دوست کند　　معشوق کرشمہ کہ نکوست کند
ماجرم و گنہ کنیم و او لطف و عطا　　ہر کس چیز یکہ لائق اوست کند

اے بعد نبی برسر تو تاج نبی　　اے دادہ شہان زتیغ تو باج نبی
آنی تو کہ معراج تو بالا ترشد　　یک قامت احمدی زمعراج نبی

اقبال نے بھی ذیل کی رباعی کو آپ سے منسوب کیا ہے۔

شاہ است حسین پادشاہ است حسین　　دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سرداد و نداد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؓ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کے دوسرے بڑے مبلغ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ترکستان کے شہر اوش میں پیدا ہوئے۔ اور تعلیم و تربیت کے بعد بغداد میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مرید ہوئے۔ جب خواجہ بزرگ ہندوستان تشریف لائے تو حضرت بختیار کاکیؒ بھی ان کی زیارت کے لئے ہندوستان آئے۔ پہلے ملتان پہنچے اور شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کے مہمان رہ کر دہلی آئے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ قرب روحانی کے آگے بعد مکانی کوئی چیز نہیں۔ تمہیں دہلی میں ہی قیام کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت بختیار کاکی اس کے بعد مستقل طور پر دہلی میں رہے۔ (۸)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اپنے قیام دہلی میں بڑا اثر و رسوخ حاصل کیا۔ خاص و عام ان کے عقیدت مند ہوئے۔ سلطان شمس الدین التمش آپ کا بڑا معتقد تھا۔

۷۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۰۹

۸۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۱۳

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ جب التمش نے ان کے دہلی آنے کی خبر پائی تو خدا کا شکر بجالایا اور حضرت سے دہلی شہر کے اندر آکر قیام کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ جب آپ شہر میں تشریف لائے تو سلطان نے شاندار طریقے سے استقبال کیا اور باہمی مراسم پیدا ہو گئے۔ سیر العارفین میں تحریر ہے کہ اس زمانے میں جب شیخ الاسلام کا عہدہ خالی ہوا تو سلطان شمس الدین التمش نے حضرت بختیار کاکی سے یہ عہدہ قبول کرنے کی خواہش کی۔ لیکن آپ نے منظور نہ کیا۔ بالآخر یہ عہدہ شیخ نجم الدین صفرا کو ملا جو ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے عزیز اور عقیدت مند تھے۔ کہتے ہیں کہ دہلی کا قطب مینار اسی پاک ہستی کی یادگار میں سلطان نے تعمیر کرایا۔ ۹۔ آپ نے ۲۷ر دسمبر ۱۲۳۵ء کو دہلی میں وفات پائی۔ وفات سے پہلے حضرت خواجہ نے شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر کو اپنا جانشین بنایا۔

شیخ کبیر بابا فرید گنج شکرؒ

آپ ہند و پاکستان میں سلسلہ چشتیہ کی تیسری عظیم شخصیت ہیں اور دونوں سابق بزرگان دین حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جانشین ہوئے۔ آپ کو برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کا موسس ثانی خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ کبیر بابا فرید گنج شکر کے آباؤ اجداد کابل میں بلند مرتبہ رکھتے تھے اور چنگیزی حملے کے دوران میں وہاں سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے۔ شیخ کبیر کے دادا ملتان کے نزدیک کھوتوال میں قاضی مقرر ہوئے اور بابا صاحب جن کا اصل نام مسعود تھا، یہیں پیدا ہوئے۔ کھوتوال میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ ملتان تشریف لے گئے اور مزید تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں اٹھارہ برس کی عمر میں خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ آپ دہلی کی طرف چلے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ آپ نے سفر کی تین منزلیں شیخ قطب الدین کے ساتھ طے کی تھیں کہ انہوں نے بابا فرید سے فرمایا کہ وہ پہلے

۹۔ ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا مصنفہ آر۔ سی۔ مجمدار، ایچ۔ سی۔ رائے چودھری، کالی کنکار دتہ مطبوعہ میکملن اینڈ کمپنی لمیٹڈ لنڈن ۱۹۵۸ء صفحہ ۲۸۵۔

علوم ظاہری کی تکمیل کریں اور پھر ان کے پاس دہلی آئیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے مرشد کے حکم پر عمل کیا۔ پانچ سال تکمیل تعلیم کے لئے قندھار میں گزارے اور پھر دہلی آئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں شیخ قطب الدین نے آپ کو روحانی نعمتوں سے مالا مال کر دیا اور اپنے مرشد کی اجازت سے ہانسی چلے گئے۔ لیکن وہاں سے دہلی آتے جاتے رہے اور ایک دفعہ جب حضرت خواجہ بزرگ اجمیر سے دہلی آئے ہوئے تھے تو آپ ان کی توجہ سے بھی فیضیاب ہوئے۔ سیر العارفین میں درج ہے کہ خواجہ بزرگ بابا فرید کے ذوق و شوق اور ان کی روحانی استعداد سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے ان کے مرشد اور اپنے مرید خواجہ بختیار کاکی سے کہا۔ ''بابا بختیار شہباز عظیم بقید آوردہ کہ جزبہ سدرۃ المنتہیٰ آشیاں نگیرد۔ این فرید شمعیست کہ خانوادۂ درویشان روشن سازد۔'' (۱۰) چنانچہ یہی ہوا اور شیخ کبیر نے نہ صرف مغربی پنجاب میں کامیاب اشاعت اسلام کی، بلکہ سلطان المشائخ اور شیخ صابر جیسے بزرگوں کی تربیت کر کے چشتیہ سلسلے کو وسیع اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔

مرشد کی وفات کے بعد بابا فرید پہلے ہانسی، پھر کھوتوال اور بالاخر پاک پٹن جو ان دنوں اجودھن کہلاتا تھا، چلے گئے اور اپنی وفات یعنی ۱۲۶۵ء تک وہیں رہے۔ آپ نے تمام عمر بیعت و ارشاد، وعظ و تلقین اور یاد الٰہی میں گزار دی۔ آپ کا رہن سہن اور خورد و نوش انتہائی سادہ تھا۔ جنگل میں رہتے اور جنگل کے پھل پھول پر گزارہ کرتے۔ بلکہ زیادہ تر روزے سے رہتے۔ اس تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے لاتعداد لوگ آپ کے معتقد تھے اور شاہان وقت بھی آپ کا بڑا احترام کرتے۔ لیکن آپ کو اصل محبت گوشہ نشینی اور عبادت سے تھی۔ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔ (۱۱)

ہر کہ در بند نام و آوازہ است ۔۔۔ خانہ او برون دروازہ است

اشاعت اسلام میں جتنی کامیابی آپ کو ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی کو نصیب نہیں ہوئی۔ مغربی پنجاب کے بڑے بڑے قبیلے مثلاً سیال راجپوت، وٹو وغیرہ آپ کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ (۱۲) زہد و عبادت اور چلہ کشی میں انتہائی مصروفیت کے

۱۰۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۱۸

۱۱۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۱۹

۱۲۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۲۲۲

باوجود شیخ کبیر علم و تعلیم میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدینؒ نے آپ سے عوارف المعارف اور کئی دوسری کتابیں پڑھیں۔ (۱۳)

حضرت بابا صاحب کے ملفوظات کے دو مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ایک مجموعہ حضرت سلطان المشائخ سے منسوب کیا جاتا ہے، دوسرا خواجہ بدرالدین اسحاق سے۔ پہلے کا نام راحت القلوب ہے اور دوسرے کا اسرار الاولیا۔ اگر ان دونوں مجموعوں کا حضرت خواجہ اجمیری اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مبینہ ملفوظات سے مقابلہ کریں تو ان سے بابا فرید کی علمی قابلیت اور وسیع مطالعہ کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت خواجہ اجمیری کے ملفوظات دلیل العارفین میں زیادہ تر نماز، روزہ، طہارت، درود، وظیفہ کی باتیں ہیں، جو انہوں نے اپنے مرشد یا دوسرے بزرگوں سے سنیں۔ لیکن بابا فرید کے ملفوظات میں جابجا کتابوں کے حوالے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ بابا صاحب کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے جو ارشادات ہیں، ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں علم کی کتنی قدر و منزلت تھی۔ راحت القلوب میں آپ کا ایک ارشاد درج ہے۔ "علم فاضل تراز جملہ عبادت ہا، است نزدیک خدائے تعالیٰ از نماز و روزہ وحج ـــــ (۱۴)

حضرت شیخ کبیر کبھی شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ فرشتہ نے اپنی تاریخ کی جلد دوم میں صفحہ ۳۸۴ پر ایک رباعی نقل کی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔ (۱۵)

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی	در روز دوائے شخص بسیار کنی
تا دل نہ کنی زغصہ و کینہ خالی	صد خرمن گل برسریک خار کنی

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کے سب سے زیادہ بااثر شیخ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہی تھے۔ حضرت خواجہ صاحب ۹، اکتوبر ۱۲۳۸ء کو بمقام

۱۳۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۲۲۳

۱۴۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحات ۲۲۵، ۲۲۶

۱۵۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۲۲۶

بدایوں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن بخارا تھا۔ خواجہ صاحب کا نام سید محمد تھا۔ اور والد کا نام سید احمد۔ سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے جاملتا ہے۔ آپ پانچ سال کے تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہوگئے۔ لیکن آپ کی والدہ بی بی زلیخا نے غربت اور افلاس کے باوجود آپ کو پوری تعلیم دلوائی۔ ابتدائی تعلیم بدایوں میں ہوئی جو شمالی ہند میں اسلامی سلطنت کے آغاز سے ہی علم و فضل اور مذہبی و روحانی سرگرمیوں کا بڑا مرکز رہا ہے۔ جب یہ مرحلہ ختم ہوا تو والدہ محترمہ آپ کو دہلی لے آئیں جہاں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ خواجہ شمس الدین خوارزمی جو بعد میں سلطان غیاث الدین بلبن کے وزیر مقرر ہوئے، خواجہ صاحب کے استاد تھے۔ آپ نے ان سے "مقامات حریری" پڑھی اور مولانا کمال الدین محدث سے، جو علم حدیث میں اپنے وقت کے نامور استاد تھے. کتاب "مشارق الانوار" کی سند لی۔

حضرت بابا فرید سے تعلق قلبی آپ کو بیعت سے پہلے ہوچکا تھا۔ بہر حال بیعت کی غرض سے آپ ۱۲۵۷ء میں اجودھن تشریف لے گئے اور مرشد کے ساتھ پہلی ہی ملاقات میں بیعت سے شرف یاب ہوئے۔ لیکن خلافت اس سے چار سال بعد ملی۔ مرشد سے سند خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ ہانسی میں سند کی توثیق کے لئے جمال ہانسوی کے پاس پہنچے، جن کے پاس شیخ کبیر کی سب سندیں پیش ہوتی تھیں۔ انہوں نے بڑی خوشی سے خلافت نامہ کی توثیق کی اور زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا۔

خدائے جہاں را ہزاران سپاس   کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس (۱۶)

سند خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ دہلی تشریف لائے۔ اس وقت آپ کا مشغلہ درس و تدریس تھا۔ اور اسی سے بسر اوقات ہوتی تھی۔ مکان بھی اپنا نہیں تھا۔ ۱۲۷۱ء کے قریب آپ نے شہر کی رہائش ترک کر دی اور غیاث پور کو اپنا مرکز بنا کر وہیں اپنے رشد و ہدایت کے چراغ کو روشن کیا۔ انہوں نے بگڑے ہوئے انسانوں کو ہدایت کی راہ دکھائی۔ اخلاقی قدروں کو بلند کیا۔ اپنے قول و عمل سے غربا کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا درس دیا۔ پروانہ وار ہزاروں انسان اس شمع معرفت کے گرد جمع ہونے لگے۔ شیخ کی عسرت

۱۶۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۳۱

فارغ البالی میں بدلی۔ آپ کی خدمت میں فتوحات اور نذرانہ و شکرانہ کی اس قدر آمد شروع ہوئی کہ حد و حساب سے باہر تھی۔ آپ کے ہاں عقیدت مندوں کا اس قدر اژدھام شروع ہوا کہ شاید ہی سلطنت دہلی میں کسی شیخ کے در پر ہوا ہو۔ ہر روز ہزاروں کی نذر نیاز آپ کے پاس آتی۔ لیکن آپ اسے فوراً خرچ کر دیتے اور کوئی حاجت مند آپ کے دروازے سے مایوس نہ جاتا۔

سلطان المشائخ کا مرتبہ

ہندوستان کے مشائخ میں حضرت سلطان المشائخ کا ایک خاص مرتبہ ہے۔ انہیں داتا گنج بخش اور حضرت خواجہ اجمیری کی طرح شرف اولیت حاصل نہیں۔ نہ ہی ان کی زندگی تبلیغی کوششوں کے لئے اس طرح ممتاز ہے، جس طرح ان کے مرشد بابا فرید یا دوسرے مشائخ شیخ عبدالقادر جیلانی، امیر کبیر سید علی ہمدانی، اور شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کی۔ لیکن اس کے باوجود آپ کو زندگی میں جو اثر و اقتدار اور دبدبہ حاصل ہوا وہ شاید ہی ہندوستان کے کسی اور رہبر طریقت کو نصیب ہوا ہو گا۔ شہر کے عمائد و امرا اور عوام آپ کے مرید تھے اور بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ آپ سے خوف کھاتے تھے۔ آپ کے مرید خاص امیر خسرو نے اس فقیرانہ عظمت کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا ہے۔ (۱۷)

در حجرۂ فقر بادشاہے در عالم دل جہان پناہے
شاہنشہے بے سریر و بے تاج شاہانش بخاک پائے محتاج

انیس المعاشقین میں سلطان المشائخ کی اپنی ایک رباعی نقل کی گئی ہے، جس سے ان کے مافیہا کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ (۱۸)

در ملک قناعت بہ جہان سلطانیم کیخسرو بے حاجب و بے دربا ریم
از لذت فاقہ ذوق ہا گیریم از دولت فقر ملک ہا مے رانیم

حضرت سلطان المشائخ نے علم و فن کی تکمیل دارالخلافے کے بہترین علماء سے کی

۱۷۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۴۲

۱۸۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۲۶۵، ۲۶۶

تھی۔ اور اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو امیر خسرو اور امیر حسن سنجری، جو شروع میں ان کے شاگرد تھے اور بعد میں مرید بھی ہوئے، ان کی معلمانہ قابلیت کے آئینہ دار ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی روز مرہ گفتگو فوائد الفواد اور افضل الفواد میں محفوظ ہے جس سے ان کی وسعت علمی، وسیع واقفیت اور مذاق سلیم کا اندازہ ہوتا ہے۔ بالخصوص فوائد الفواد کا مطالعہ کریں تو بلا مبالغہ سیرت، حدیث اور تاریخ کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اشاعت اسلام کے معاملے میں سلطان المشائخ اپنے مرشد سے بہت پیچھے ہیں۔ تواریخ میں ان کے ہاتھ پر فقط ایک آدمی کے مسلمان ہونے کا سراغ ملتا ہے۔ لیکن آپ اشاعت مذہب سے غافل نہ تھے۔ خواجہ صاحب اصلاح خیالات کے لئے مرد صالح کی صحبت کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ آپ کے نزدیک طویل صحبت صالح کی ضرورت اس لئے تھی کہ مسلمان ہونے کے لئے اخلاق و کردار کا بڑا بلند معیار برقرار رکھنا ضروری تھا۔ بقول شاعر

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے

حضرت خواجہ صاحب نے اس مقصد کی توضیح کے لئے کئی مرتبہ بایزید اور یہودی کی حکایت اپنے سامعین سے بیان کی اور افسوس کیا کہ عام مسلمان دوسری قوموں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ افضل الفواد میں ہے۔ (ترجمہ)

"پھر اسلام کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش۔ اسلام کا نام لینا سہل ہے۔ لیکن اس کے فرائض کا انجام دینا مشکل ہے۔ پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی نے ستر سال تک نفس کو مجاہدہ سے مارا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ چونکہ میں مسلمان کہلاتا ہوں، اس لئے مجھے مسلمانی کا حق بھی ادا کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ یہودی۔ سے پوچھا گیا کہ تجھے خواجہ بایزید سے اتنی الفت ہے تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا۔ اس نے کہا اگر اس بات کا نام مسلمانی ہے جو تم کرتے ہو، تو ایسی مسلمانی سے مجھے شرم آتی ہے اور اگر مسلمانی وہ ہے جو خواجہ صاحب کرتے ہیں تو وہ مجھ سے نہیں ہو

سکتی۔" (۱۹)

فوائد الفواد میں بھی یہ واقعہ بعینہٖ بیان ہوا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے تقریباً آٹھ حکمرانوں کا زمانہ دیکھا جن میں غیاث الدین بلبن، معزالدین کیقباد، جلال الدین خلجی ، علاؤالدین خلجی ، قطب الدین مبارک شاہ خلجی ، خسرو خان، غیاث الدین تغلق اور محمد بن تغلق شامل ہیں۔ لیکن ان کا عمل طبقہ اول کے صوفیہ کی طرح تھا کہ وہ دربار سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ فرمانروا آپ سے ملاقات کی تمنا رکھتے، لیکن آپ ہمیشہ اس سے احتراز کرتے۔ مگر ان کی بے راہ رویوں اور غلطیوں پر ان کو متنبہ کرتے۔ سیاست کے خار زار سے انہوں نے اپنے دامن کو ہمیشہ علیحدہ رکھا۔ لیکن جب دین کے لئے ضرورت پیش آئی تو وہ بڑے سے بڑے فرمانروا کے سامنے حق بات کہنے سے باز نہیں رہے۔

تعلیمات

خواجہ نظام الدین" محبوب الٰہی ؒ کے آئینہ تصوف میں ہمیں شریعت و طریقت کا عکس ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ آپ شریعت کے بے حد پابند اور اتباع رسول ؐ کے پیکر تھے۔ اور اپنی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور پابندی شریعت اور اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دیتے۔ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے۔ (ترجمہ) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا چاہئے۔ یہاں تک کہ کوئی مستحب اور آداب بھی فوت نہ ہونا چاہئے۔" (۲۰)

آپ پیری و مریدی کے لئے شریعت کے علم کو لازمی قرار دیتے تھے تاکہ پیر خود بھی اس پر عامل ہو اور مریدوں کو بھی خلاف شرع امور سے روکے۔ مرشد کے متعلق رہبری کرتے ہوئے فرماتے ہیں (ترجمہ)

۔" پیر ایسا ہونا چاہئے کہ جو احکام شریعت و طریقت و حقیقت کا عالم ہو، اور جب وہ

۱۹۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۴۸

۲۰۔ اقبال کے محبوب صوفیہ مصنفہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۷۱

ایسا ہو گا تو وہ خود کسی نامشروع بات کا حکم نہ دے گا۔ " (۲۱)

خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ رحمتہ نے اپنی تعلیمات میں محبت الٰہی پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اپنے ایک مرید مولانا فخرالدین مروزی کو انسان کی تخلیق کا مقصد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (ترجمہ)

"اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت سب اس پر متفق ہیں کہ انسان کی پیدائش کا اہم مطلوب اور مقصود رب العالمین کی محبت ہے۔ " (۲۲)

تصوف کی بنیادی تعلیم خدمت خلق ہے۔ صوفیائے کرام کی زندگیاں خدمت خلق میں گزرتی تھیں۔ حضرت محبوب الٰہی کے آئینہ اخلاق میں محبت الٰہی، اتباع رسولؐ، خدمت خلق اور غربا پر شفقت کا عکس نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کی ساری عمر ہمدردی اور مخلوق خدا کی خدمت میں گزری۔ آپ اپنے مریدوں کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے بازار میں عوام الناس کے دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ کسی چیز کی قدر نہ ہو گی۔ (۲۳)

نیکی کے بارے میں آپ کا تصور عام تصور سے بالکل ہٹ کر تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دستور یہ ہے کہ لوگ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں۔ لیکن ہم درویشوں میں یہ دستور نہیں۔ یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہئے۔ (۲۴)

صوفیا پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وہ ترک دنیا کی تعلیم دے کر لوگوں کو راہبانہ زندگی کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ صوفیا کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ انسان کائنات کی نعمتوں سے مستفید نہ ہو۔ بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا ضرور حاصل کرے لیکن دنیا کی محبت کو اپنے دل میں رچائے بسائے نہیں۔ حضرت خواجہ نظام

۲۱۔ اقبال کے محبوب صوفیہ مصنفہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۶۴

۲۲۔ ____ایضاً____ صفحات ۲۶۵، ۲۶۶

۲۳۔ ____ایضاً____ صفحہ ۲۶۶

۲۴۔ ____ایضاً____ صفحہ ۲۶۷

الدین محبوب الٰہی صوفیانہ نقطہ نظر سے ترک دنیا کی وضاحت بے حد دلنشین انداز میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (ترجمہ)

"ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اپنے آپ کو برہنہ کر لے اور لنگوٹ باندھ کر بیٹھ جائے۔

ترک دنیا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی لباس بھی پہنے، اور کھائے بھی، اور حلال کی جو چیز اسے پہنچے، اسے روا رکھے، لیکن اسے جمع کرنے کی طرف رغبت نہ کرے اور اپنے دل کو اس میں نہ لگائے۔" (۲۵) (فوائد الفواد = ص ۹)

اسلام کے لئے خدمات

اگر سلطان المشائخ غیر مسلموں میں اس طرح اشاعت اسلام نہیں کر سکے جس طرح ان کے مرشد نے کی، تو یہ کیا کم ہے کہ انہوں نے خود مسلمانوں کی اصلاح خیالات اور تہذیب نفس کی وسیع پیمانے پر کوشش کی اور اس کے علاوہ ایک ایسا نظام قائم کر دیا، جس کے ماتحت اشاعت اسلام کا کام ملک کے مختلف حصوں میں سرانجام پاتا رہا۔ گجرات، دکن اور بنگال میں جو بزرگ اسلام لے کر گئے، ان میں مولانا حسام الدین ملتانی، مولانا کمال الدین، شیخ برہان الدین غریب اور مولانا سراج الدین عثمان خاص طور پر ممتاز ہیں۔ یہ سارے بزرگ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ سلطان المشائخ کا یہ کام کم اہم نہیں کہ انہوں نے ایسے بزرگوں کی تربیت کی جو ملک کے مختلف حصوں میں خود ارشاد و ہدایت کا مرکز بن سکتے تھے۔ امیر خسرو ان کی بابت لکھتے ہیں۔ (۲۶)

وان مریدان رھروان یقین ہر یکے والئے ولایت دین
ہمہ شیطان کش، فرشتہ خدم در رہش برہوا نہادہ قدم
زندہ دار شب از دم تسبیح غلغل انگندہ بر رواق مسیح
ہر سوار آستین شرع ساختہ تاج دل شان عرش و سجدہ شان معراج

۲۵۔ اقبال کے محبوب صوفیہ مصنفہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحات ۲۶۴، ۲۶۵

۲۶۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۴۹

مشہور مؤرخ ضیاء الدین برنی اپنی شہرہ آفاق تصنیف تاریخ فیروز شاہی میں حضرت سلطان المشائخ کے تبلیغی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ (ترجمہ)

"شیخ کے مبارک وجود، ان کے نفس پاک کی برکت اور ان کی مقبول دعاؤں کی وجہ سے اس ملک کے اکثر مسلمان عبادت، تصوف اور زہد کی طرف مائل اور شیخ کی ارادت کی طرف راغب ہوگئے۔ خواص و عوام کے دل نے نیکی اختیار کر لی۔" (۲۷)

عہد علائی کے آخری چند سالوں میں شراب و شاہد، فسق و فجور، قمار بازی اور فحاشی کا نام بھی آدمیوں کی زبان پر نہیں آیا۔ اب کبیرہ گناہ لوگوں کو کفر کے مشابہ معلوم ہونے لگے۔ مسلمان ایک دوسرے کی شرم سے سود خوری و ذخیرہ اندوزی کے کھلم کھلا مرتکب نہ ہو سکتے تھے۔ خوف کے مارے دکانداروں سے جھوٹ بولنے، کم تولنے اور ملاوٹ کرنے کا رواج اٹھ گیا تھا۔ اکثر طالب علموں اور بڑے بڑے لوگوں کی رغبت، جو شیخ کی خدمت میں رہتے تھے، تصوف اور احکام طریقت کی کتابوں کے مطالعہ کی طرف ہو گئی تھی۔ (۲۸)

وفات

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین دہلوی نے ۳ر اپریل ۱۳۲۵ء کو وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت شیخ الاسلام رکن الدین ملتانی نے پڑھائی۔ مزار دہلی میں مرجع خاص و عام ہے۔

۷/ شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردیؒ

پاک و ہند میں سہروردیہ سلسلے کے موسس اعلیٰ شیخ بہاؤالدین زکریاؒ تھے۔ ان کے دادا مکہ معظمہ سے پہلے خوارزم اور وہاں سے مضافات ملتان میں تشریف لائے اور نانا منگولوں کے حملے میں وطن چھوڑ کر ہندوستان آئے اور کوٹ کروڑ میں آباد ہوگئے۔ شیخ بہاؤالدین یہیں ۱۱۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بارہ برس کے تھے کہ والد کا انتقال ہوا۔ اس

۲۷۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۵۰

۲۸۔ ـــــــ ایضا ـــــــ صفحہ ۲۵۶

کے بعد آپ خراسان چلے گئے اور سات برس تک علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ پھر بخارا میں یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد حج کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں پانچ سال تک روضہ نبویؐ کی خدمت کی اور شیخ کمال الدین یمنی سے علم حدیث کی سند لی۔ پھر شیخ شہاب الدین سہروردی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخ کی زبانی لکھا ہے کہ شیخ بہاؤالدین زکریا مرشد کی خدمت میں صرف سترہ دن رہے تھے کہ انہیں خرقہ خلافت مل گیا۔ خلعت خلافت سے سرفراز کرنے کے بعد بالغ نظر مرشد نے آپ سے فرمایا کہ آپ ملتان جائیں اور وہاں اقامت اختیار کر کے وہاں کے لوگوں کو منزل مقصود تک پہنچائیں۔ (سیر العارفین ص ۱۰۹) چنانچہ آپ ملتان آئے اور جلد ہی وہاں بڑا اعتبار و اقتدار حاصل کر لیا۔ بلکہ ملتان، سندھ اور بلوچستان کے علاقے کو آپ کی روحانی سلطنت سمجھا جاتا تھا۔ آپ کے حالات پر حال ہی میں ایک کتاب انوار غوثیہ کے نام سے خادمان درگاہ نے شائع کی ہے۔ جس میں آپ کے خاندانی احوال درج ہیں۔ (۲۹)

انوار غوثیہ میں لکھا ہے کہ حضرت کے وعظ سن کر سندھ، ملتان، اور لاہور کے اہل ہنود میں سے بے شمار خلقت نے جس میں بہت متمول تاجر اور بعض والیان ملک بھی تھے، نے دین اسلام اختیار کیا اور آپ کے مرید ہوئے۔ اس کے علاوہ حضرت نے عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے زراعت اور تجارت کے کام کو رفتہ رفتہ بڑھایا۔ ملتان کے ارد گرد حسب موقع جنگل اگائے، کنویں کھدوائے اور نہریں تعمیر کرائیں۔ (۳۰)

شیخ کبیر بابا فرید گنج شکر سے۔ جو ملتان سے تھوڑے فاصلے پر پاک پٹن میں مقیم تھے، آپ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ بلکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ شیخ بہاؤالدین کی وجہ سے سہروردیہ سلسلے کو پاک و ہند میں اہم جگہ مل گئی اور انہیں اس برصغیر میں سہروردیہ سلسلے کا مورث اعلیٰ سمجھنا چاہئے۔

سہروردی چشتیوں کی طرح سماع کے معاملے میں غلو نہیں کرتے۔ بلکہ

۲۹۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۵۶

۳۰۔ ـــــــ ایضاً ـــــــ صفحہ ۲۵۷

عموماً اس سے مجتنب ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض. بقول شیخ جمالی برسبیل ندرت سماع سنتے ہیں۔ چنانچہ بہاؤالدین زکریا بھی سماع سے کسی قدر شغف رکھتے تھے۔ (۳۱) ایک بار ایک قوال عبداللہ نے شیخ زکریا کی موجودگی میں یہ غزل گانا شروع کی۔

مستاں کہ شراب ناب خوردند   از پہلوئے خود کباب کردند

کہتے ہیں کہ غزل سن کر جناب شیخ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ سماع سے شیخ کی دلچسپی مشہور فارسی شاعر فخرالدین عراقی کی صحبت کی وجہ سے اور بھی بڑھ گئی۔ وہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھانجے تھے اور سیر و سیاحت کی غرض سے ملتان تشریف لائے تھے۔ شیخ نے اپنے مرشد کے خواہرزادہ کی بڑی خاطر داری کی۔ اپنی بیٹی ان سے بیاہ دی۔ عراقی ایک عرصہ ملتان میں مقیم رہے۔ وہ نہایت دل گداز شعر کہا کرتے تھے۔ شاعر مشرق اقبال ان کی شاعرانہ خوبیوں کے معترف ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ (۳۲)

گہے شعر عراقی را بخوانم   گہے جامی زند آتش بجانم

نہ دانم گرچہ آہنگ عرب را   شریک نغمہ ہائے ساربانم

نفحات الانس میں مولانا جامی لکھتے ہیں کہ جب شیخ بہاؤالدین زکریا کی خانقاہ میں عراقی نے چلہ کشی شروع کی تو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ ان پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اسی عالم کیف و مستی میں انہوں نے ذیل کی غزل کہی اور اسے بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ (۳۳)

نخستین بادہ اندر جام کردند   زچشم مست ساقی رام کردند

چو بے خود ساختند اہل طرب را   شراب بےخودی در جام کردند

برائے صید مرغ جان عاشق   ززلف ماہ رویان دام کردند

بہ عالم ہر کجا رنج و بلا بود   بہم بردند و عشقش نام کردند

چو خود کردند راز خویشتن فاش   عراقی راچرا بد نام کردند

آخری شعر پر جناب شیخ نے کمال خوشنودی کا اظہار کیا۔

۳۱۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۲۵۷، ۲۵۹

۳۲۔ کلیات اقبال (فارسی) ۱۹۸۱ء ارمغان حجاز صفحہ ۲۸

۳۳۔ اقبال کے محبوب صوفیہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۱۰

عراقی کے علاوہ آپ کے دوسرے اہل قلم مرید امیر حسینی تھے، جو کنزالرموز، زاد المسافرین اور نزہت الارواح کے مصنف تھے۔ گلشن راز جو شیخ محمود شبستری کی مشہور مثنوی ہے، حضرت امیر حسینی کے سوالات کے جواب میں لکھی گئی۔ وہ کنزالرموز میں شیخ بہاؤالدین کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ (۳۴)

شیخ ہفت اقلیم، قطب اولیا — واصل حضرت ندیم کبریا
فخر ملت و بہائے شرع و دین — جان پاکش منبع صدق و یقین
از وجود او بہ نزد دوستان — جنت الماویٰ شدہ ہندوستان

شیخ بہاؤالدین زکریا کے مریدوں میں آپ کے صاحب زادے شیخ صدر الدین عارف اور پوتے شیخ رکن الدین ابوالفتح کے علاوہ اچ شریف کے بخاری سیدوں کے موسس اعلیٰ سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری اور سندھ کے لال شہباز قلندر قابل ذکر ہیں۔ آپ کی وفات ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۲ء میں ہوئی۔ مزار خاک پاک ملتان کی سب سے بڑی زیارت گاہ ہے۔ حکومت پاکستان نے آپ کی بیش بہا دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ملتان یونیورسٹی کو بہاؤالدین زکریا کے نام سے منسوب کیا ہے۔

شیخ صدرالدین

شیخ بہاؤالدین کی وفات کے بعد آپ کے صاحب زادے شیخ صدرالدین جانشین ہوئے۔ غالباً ہندوستان میں موروثی سجادہ نشینی کی یہ پہلی اہم مثال ہے، جس پر بعد میں اچ کے قادری پیروں نے بھی عمل کیا۔ شیخ صدرالدین کی بہت سی کرامات بیان کی جاتی ہیں۔ امیر حسینی نے کنزالرموز میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ (۳۵)

آن بلند آوازہ عالم پناہ — سرور دین افتخار صدر گاہ
آب حیوان قطرۂ بحر دلش — چون خضر علم لدنی حاصلش

۳۴۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۲۶۰، ۲۶۱

۳۵۔ ــــــ ایضاً ــــــ صفحہ ۲۶۲

معتبر چون قول او افعال او — ہم بیان او گواہ حال او
ملک معنی جمع در فرمان او — ہم بہ کسب و ہم بہ میراث آن او

ہندوستان کے مشائخ میں شاید سب سے پہلے آپ تھے جنہیں شیخ ابن عربی کے نظریوں اور تصانیف کے متعلق اطلاع ملی۔ مشہور شاعر عراقی جو شیخ صدر الدین کے بہنوئی اور شیخ بہاؤالدین زکریا کے مرید خاص تھے۔ جب ملتان سے بلاد روم کو واپس گئے تو ترکی کے مشہور شہر قونیہ میں ان کی ملاقات شیخ ابن عربی کے مشہور خلیفہ شیخ صدر الدین قونوی سے ہوئی اور ایک عرصہ ان کی صحبت میں گزارا۔ عراقی نے وہیں فصوص الحکم کا مطالعہ کیا اور اس سے متاثر ہو کر لمعات لکھی۔ ان دنوں عراقی کی شیخ صدر الدین سے خط و کتابت تھی۔ چنانچہ انہوں نے قونیہ سے یہ تفصیلات شیخ کو ایک خط میں لکھیں۔ شیخ جمالی نے سیر العارفین میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۸۹)

شیخ رکن الدین ابوالفتح

۱۳۰۹ء میں شیخ صدر الدین کی وفات ہوئی اور ان کے صاحب زادے شیخ رکن الدین ابوالفتح ان کے جانشین ہوئے۔ آپ بہاؤالدین زکریا کے براہ راست مرید اور اپنے والد کے خلیفہ تھے۔ آپ کے حسن خلق اور پرہیز گاری کے قصے اس زمانے کی تمام تاریخوں میں درج ہیں۔ آپ کو اپنے زمانے میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ سلطان علاؤالدین خلجی آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس کی زندگی میں آپ دو دفعہ دہلی آئے۔ بادشاہ نے بڑی عقیدت سے استقبال کیا اور رخصت کے وقت کئی لاکھ تنکے نذر کئے۔ آپ نے وہ رقم لے کر مستحقین میں تقسیم کر دی۔ سلطان علاؤالدین کا بیٹا قطب الدین مبارک خلجی حضرت سلطان المشائخ کے خلاف تھا۔ اس نے شیخ رکن الدین کو ملتان سے بلایا۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت سلطان المشائخ کے مقابلے میں ایک اور درگاہ دہلی میں قائم ہو تاکہ حضرت کا اثر رسوخ کم ہو۔ لیکن شیخ رکن الدین اور سلطان المشائخ اس تپاک و محبت سے ایک دوسرے سے ملے اور ان کا باہمی تعلق اس قدر دوستانہ رہا کہ بادشاہ کے سب منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس کے بعد آپ اور سلطان المشائخ کے درمیان بڑی پر لطف صحبتیں رہیں، جن میں مذہب، تصوف اور

تاریخ کے دلچسپ نکتے حل ہوتے رہے۔

سیرالعارفین میں ضیاء الدین برنی کے حوالے سے نقل ہوا ہے کہ جب بنگال سے واپسی پر سلطان غیاث الدین تغلق کی اس کے بیٹے جونا خان محمد تغلق نے نوتعمیر چوبی محل میں ضیافت کی تو آپ بھی موجود تھے۔ کھانا ابھی پوری طرح ختم نہ ہوا تھا کہ آپ نے بادشاہ سے کہا کہ جلدی باہر نکلو۔ بادشاہ نے کہا کہ کھانا ختم کر کے آتا ہوں۔ آپ باہر نکل آئے۔ لیکن بادشاہ نے آپ کے ارشاد پر فوراً عمل نہ کیا۔ اتنے میں چھت گری اور بادشاہ دب کر مر گیا۔ جب حضرت سلطان المشائخ نے انتقال کیا تو آپ دہلی میں تھے۔ اور نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔

سلطان محمد بن تغلق بھی آپ کا قائل تھا۔ جب کشلو خان نے سلطان کے خلاف بغاوت کی تو سلطان نے اسے شکست دے کر حکم دیا کہ اہل ملتان کے خون کی ندیاں بہادو اور قاضی شہر کریم الدین کی کھال کھینچوا دی تو شیخ رکن الدین ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس گئے اور اہل شہر کی سفارش کر کے ان کی جانیں بچائیں۔ (۳۶)

شیخ رکن الدین کی وفات ۷۳۴ھ ۱۳۳۴ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار قلعہ ملتان کے اندر ایک بڑے عالیشان روضے میں ہے جس کی بلندی سو (۱۰۰) فٹ کے قریب ہے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کا فیض آپ کے خلفائے عظام نے جاری رکھا اور سچ تو یہ ہے کہ آپ کی وفات کے ساتھ ملتان کے پیران عظام کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور مغربی پنجاب اور سندھ کا روحانی مرکز ملتان سے اچ منتقل ہو گیا. جہاں پہلے آپ کے خلیفہ اعظم مخدوم جہانیاں جہان گشت اور ان کے بھائی سید راجو اقبال اور پھر قادری بزرگوں نے ارشاد و ہدایت کی شمعیں روشن کیں۔

آپ کے خلفاء میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے علاوہ وجیہہ الدین عثمان سیاح سنامی قابل ذکر ہیں۔ موخر الذکر ان قابل عزت ہستیوں میں تھے جنھوں نے محسن کش خسرو خان کی اشرفیاں لینے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے ایک اور نامور مرید حاکم شاہ تھے، جو پہلے کیچ مکران کے گورنر تھے۔ بعد میں دنیا ترک کر دی اور شیخ سے خرقہ حاصل کرنے کے بعد اچ اور سکھر کے درمیانی علاقے میں ارشاد و ہدایت اور تبلیغ اسلام پر مامور ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۳۶۸ء میں ہوئی۔ مزار شریف ریاست بہاولپور

میں ہے۔

مختصراً یہ کہنا صحیح ہے کہ خاندان غلامان اور خاندان خلجی کے عہد حکومت میں سہروردیوں کا اثر رسوخ چشتیوں سے کم نہ تھا۔ اور بالخصوص سلطان علاؤالدین خلجی، سلطان غیاث الدین تغلق اور سلطان محمد بن تغلق جس حد تک شیخ رکن الدین کا پاس ادب کرتے تھے، اتنا انہوں نے کسی اور شیخ حتیٰ کہ حضرت سلطان المشائخ کا بھی نہیں کیا۔ شیخ رکن العالم نے یہ اثر خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کی خاطر استعمال کیا۔ مثلاً سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد حکومت میں دہلی تشریف لائے تو جس روز آپ آئے۔ اس روز بادشاہ نے دو لاکھ تنکے آپ کی نذر کئے اور پھر جب آپ دہلی سے رخصت ہونے لگے تو پانچ لاکھ تنکہ دیا۔ آپ کو یہ رقمیں جس جس روز ملیں۔ اسی روز آپ نے خلق خدا میں تقسیم کیں۔ (۳۷)

عہد مغلیہ میں تحریک احیائے دین = شیخ احمد سرہندی

مغلیہ دور بالخصوص شہنشاہ اکبر اور شہنشاہ جہانگیر کا عہد حکومت مسلمانوں میں تحریک احیائے دین کے لئے قابل ذکر ہے۔ اس تحریک کی ابتدا تو حضرت خواجہ باقی باللہ (۱۵۶۴ء۔ ۱۶۰۳ء) نے کی تھی۔ لیکن اس کے اصل روح رواں حضرت شیخ احمد سرہندی تھے جو تاریخ میں مجدد الف ثانیؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ مطابق ۲۶ر جون ۱۵۶۴ء کو بمقام سرہند پیدا ہوئے۔ آپ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مخدوم عبدالاحد سے حاصل کی جو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوھی کے صاحب زادے شیخ رکن الدین کے ممتاز خلیفہ اور بڑے صاحب علم بزرگ تھے۔ آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی مشہور زمانہ کتابوں فصوص الحکم اور عوارف المعارف کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور ان کا درس دیا کرتے تھے ایک خیال کے مطابق حضرت میاں میر لاہوری نے فصوص الحکم آپ سے پڑھی

۳۶۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۶۴

۳۷۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۶۵

تھی۔ (۳۸)

مخدوم عبدالاحد کو شیخ ابن العربی کے خیالات سے بڑا شغف تھا۔ اس کا اثر ان کے صاحب زادہ شیخ احمد پر بڑا گہرا اور وسیع ہوا۔ لیکن حضرت خواجہ باقی باللہ سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت حاصل کرنے کے بعد حضرت مجدد پر وحدت شہود کی کیفیت منکشف ہوئی۔ آپ نے توحید وجودی کی مکمل نفی تو نہیں کی۔ البتہ اسے توحید شہودی سے نیچے ایک مقام قرار دیا۔

حضرت مجددؒ کی دینی خدمات

برصغیر میں شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں دین الٰہی کی ترویج و اشاعت سے اسلامی عقائد و اقدار کمزور پڑ گئے اور کفر و الحاد کو فروغ ملا۔ مسلم معاشرہ انتشار کا شکار تھا اور ہندو مت کی احیائیت کی جارحانہ تحریک زوروں پر تھی۔ حضرت مجددؒ نے ان خوشامدی امرائے دربار اور علماء کے خلاف تحریک چلائی جو حکومت وقت کے جاری کردہ دین الٰہی کا پرچار کر رہے تھے۔ اور جس کے نتیجہ میں مسلمانان ہند کو مذہبی، تمدنی اور سیاسی لحاظ سے ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا تھا۔ چنانچہ حضرت مجددؒ نے اس سلسلہ میں امرا و اراکین سلطنت کو ان کے فرائض یاد دلائے اور اسلام کی اخلاقی اور روحانی اقدار کی ترویج و اشاعت و شعائر اسلام کی بجا آوری اور اسلام کی سربلندی پر زور دیا۔

حضرت مجددؒ کی ایک اہم اسلامی خدمت یہ ہے کہ آپ نے اس سلسلہ تصوف کی اشاعت کی جو شریعت سے قریب ترین ہے اور جس میں شرع کی پیروی پر بڑا زور ہے۔ آپ ایک قابل اور عالم شیخ طریقت تھے جو مخالف شرع اقوال و اعمال سے علیحدگی اختیار کر کے تصوف کو احکام شرعی کی حدود میں لے آئے۔ آپ نے عقیدہ وحدت الوجود کی نئی توجیہہ کی اور وحدت الشہود کا نظریہ قائم کر کے مسلمان صوفیا اور علماء کے اختلافات رفع کر دئے۔ آپ کا قول ہے کہ وحدت الوجود سالک کو ابتدائے سلوک میں پیش آتا ہے۔ جس سے اسے گزر جانا چاہئے۔ اور جو شخص اس سے بالاتر مقام پر عروج کرتا ہے، اس پر مقام وحدت الشہود منکشف ہوتا ہے، جو شرع کے عین مطابق ہے۔

۳۸۔ رود کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۲۲۲، ۲۲۳

طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت، شرع کی ترویج اور شریعت و طریقت کی تطبیق کے علاوہ شیخ مجدد نے جو اہم کام کیا وہ اسلام کا عام احیا تھا۔ آپ نے شعائر اسلام کے احترام پر زور دیا۔ آج بھی آپ کے سلسلے کا فیض جاری ہے اور نقشبندیہ۔ مجددیہ سلسلے میں اتباع شریعت و سنت کا جوش دوسرے سلسلوں سے زیادہ ہے۔

شرع کی حمایت اور ترجمانی کے علاوہ آپ کا ایک بڑا کام رد بدعت تھا۔ نئے فرقوں اور نئے طریقوں سے نہ صرف دین میں رخنے پیدا ہوتے تھے۔ بلکہ اسلامیان ہند کے اجتماعی نظام میں بھی انتشار پیدا ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے رد بدعت کی پوری کوشش کی۔ جن نئے فرقوں سے قومی نظام میں خلل کا اندیشہ تھا۔ ان کی ہر طرح مخالفت کی۔ مر اس زمانے میں ایران میں صفوی خاندان کی حکومت قائم ہونے کی وجہ سے شیعیت عروج پر آئی۔ اس کا اثر ہندوستان پر بھی پڑا۔ مغلیہ عہد میں ایران کے ساتھ گہرے روابط ہو گئے تھے لہذا ہندوستان میں بھی شیعہ اثرات بڑھنے لگے۔ آپ نے انہیں روکنے کے لئے شیعہ خیالات کی تردید میں ایک پرزور رسالہ "رد روافض" تحریر کیا۔ مہدویت کی بھی آپ نے مخالفت کی اور تصوف میں بھی بدعتوں کے خلاف آپ نے آواز اٹھائی۔

شیخ محی الدین ابن العربی اور شیخ احمد سرہندی کے نظریات کا موازنہ

ابن العربی اور شیخ احمد سرہندی کا شمار عالم اسلام کے عظیم صوفیا میں ہوتا ہے۔ دونوں نے ملت اسلامیہ کو تصوف کے بنیادی نظریات سے روشناس کیا اور اس لحاظ سے اسلامی فکر پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ یہاں ہم ان کے متضاد فلسفیانہ نظریات یعنی ابن العربی کے فلسفہ وحدت الوجود اور شیخ احمد سرہندی کے فلسفہ وحدت الشہود کے بارے میں مختصراً ذکر کریں گے۔

شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی ۲۹ر جولائی ۱۱۶۵ء کو سپین میں بمقام مرسیہ پیدا ہوئے۔ ۱۱۷۳ء سے ۱۲۰۲ء تک آپ اشبیلیہ میں رہے۔ ۱۲۰۲ء میں آپ نے مشرق وسطیٰ کا سفر اختیار کیا۔ زیارت کعبۃ اللہ کے بعد آپ دمشق تشریف لائے اور پھر ہمیشہ کے

لئے یہیں کے ہو رہے۔ آپ کی وفات ۱۲۴۰ء میں ہوئی۔ (۳۹) شیخ نے کوئی اڑھائی سو کتب تصنیف کی ہیں۔ لیکن ان میں سے فتوحات المکیہ اور فصوص الحکم بہت اہمیت رکھتی ہیں فتوحات پانچ سو ساٹھ ابواب پر مشتمل ہے اور صوفیانہ تعلیمات کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ فصوص صرف ستائیس ابواب پر تقسیم کی گئی ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ فصوص مجھے بنی اکرم ؐ نے عطا کی تھی اور انہی کے حکم کی تعمیل میں یہ لوگوں کے استفادہ کے لئے ضبط تحریر میں لائی گئی ہے۔ (۴۰)

شیخ ابن العربی وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مادہ کے مختلف روپ ایک وجود مطلق کے پرتو ہیں۔ جس طرح حباب اور موج پانی کی مختلف صورتیں ہیں۔ اسے صوفیا "وحدت وجود" کہتے ہیں۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ سایہ کو جو نسبت وجود سے ہے، وہی عالم کو خالق سے ہے۔ یہ "وحدت شہودی" ہے۔ (۴۱)

حضرت مجدد کے ظہور سے پہلے تمام صوفیوں میں صرف ابن العربی کا فلسفہ وحدت الوجود رائج تھا۔ بعض انتہا پسند صوفی وحدت الوجود میں اتنا غلو کرتے کہ وہ قریب قریب دائرہ اسلام سے باہر آجاتے۔ اس صورت حال کا محاسبہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے اسی بنا پر حسین فارسی (منصور حلاج) اور ابو سلمان کے حلولی فرقوں کو ملحد اور لعنتی کہا ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"____جو شخص تحقیق اور توحید کے خلاف چلتا ہے، اس کو دین میں کچھ نصیب نہیں ہوتا اور جب دین جو اصل ہے، مضبوط نہ ہو تو تصوف جو اس کی شاخ ہے، کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔" (۴۲)

لیکن اب حضرت مجدد نے پہلی بار ایسا جداگانہ فلسفہ مدون کیا جو فلسفہ وحدت الوجود کا مد مقابل ہو سکتا تھا۔ یہ فلسفہ وحدت الشہود تھا جو معنوی لحاظ سے وحدت الوجود کی ضد

۳۹۔ مسلمان یورپ میں، مصنفہ محمد احسان الحق سلیمانی ایم اے، مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۸۸ء صفحات ۴۳۳، ۴۳۴

۴۰۔ ____ ایضاً ____ صفحہ ۴۳۵

۴۱۔ ____ ایضاً ____ صفحہ ۴۳۸

۴۲۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۷۷

یعنی تثنیہ الوجود کا فلسفہ کہلاتا ہے۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے دونوں فلسفے ذات باری اور مخلوقات کے تعلقات کو بیان کرتے ہیں۔ ان کے مطالب کے لحاظ سے انہیں توحید عینی اور توحید ظلی بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ دونوں نظریئے دو مختلف بلکہ متضاد نفسیاتی رجحانات کے ترجمان ہیں۔ وحدت الوجود کا خلاصہ ہمہ اوست، اور وحدت الشہود کا مقصد ہمہ از اوست ہے۔ نواب سر احمد حسین نظام جنگ بہادر نے اپنی کتاب فلسفہ فقراء میں ان دونوں کے فرق کو ایک نقشے کی مدد سے بہ مطابق ذیل واضح کیا ہے۔ (۴۳)

وحدت الوجود = (ھُوالکل)	وحدت الشہود = (ھوالھادی)
نظریہ = ہمہ اوست	نظریہ = ہمہ از اوست
رجحان تصوف = سکون کی طرف مائل	رجحان تصوف = جوش کی طرف مائل
میں اور وہ جدا نہیں	اس کے ساتھ میں اور
(وہ دریا تو میں قطرہ ہوں)	میرے ساتھ وہ
	ہے۔

وصل	عشق
اعتقاد = مین کون؟ انا الحق (عارف)	اعتقاد = میں کون؟ انا عبدہ (عاشق)

حقیقت یہ ہے کہ اگر ابن العربی کو سر الوصال اور حضرت مجدد کو سر الفراق کہا جائے تو ان کے فلسفوں اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا امتیاز بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ ہمارے دور حاضر کے فلسفی شاعر اقبال'' بھی اس سلسلہ میں وحدت الشہو، کے نظریہ کے قائل تھے اور حضرت مجدد الف ثانی کے گہرے عقیدت مند تھے۔ آپ نے اپنے نظریہ خودی میں حضرت مجدد الف ثانی سے ہی فیض حاصل کیا ہے۔ ۴۴

۴۳۔ رود کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۳۱۱ - ۳۱۲

۴۴۔ اقبال کے محبوب صوفیہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۴۵۳

شاہ ولی اللہؒ دھلوی۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے نظریات کی تطبیق

لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود ایک دوسرے کی ضد ہونے کے باوجود ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یا ان میں سے اگر ایک حق پر ہے تو دوسرا ضرور باطل ہو گا۔ یہ دونوں رجحانات مختلف اور متضاد ہیں۔ لیکن حالات کے مطابق مختلف رجحانات برسر کار آتے ہیں اور جداگانہ حالات میں جداگانہ رجحانات ہی مفید ہوتے ہیں۔ ایک انگریزی مقولہ ہے۔

"There is a season and time for every purpose under Heaven; A time to love and a time to hate."

ترجمہ دنیا کی ہر ایک چیز کے لئے کوئی نہ کوئی وقت ہوتا ہے۔ کوئی وقت محبت کرنے کا ہوتا ہے اور کوئی وقت نفرت کا۔" (۴۵)

یہی وجہ ہے کہ امام الہند شاہ ولی اللہؒ نے جو ہمارے سب سے متوازن مزاج اور معاملہ فہم عالم ہوئے ہیں، وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے شیخ اکبر اور شیخ مجدد کے خیالات کی تطبیق کی۔ شاہ صاحب نے دیکھا کہ ایک اصول اخذ و انجذاب کا ہے اور دوسرا تطہیر و تزکیہ کا۔ ایک کے پیرو مشابہتوں اور یک رنگیوں کو دیکھتے ہیں اور دوسروں کی نظر اختلافات پر پڑتی ہے۔ ابن العربی، رومی، غزالی اور دارا شکوہ، یونانی، عیسائی اور ہندو فلسفوں کو کھنگالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان میں کون سی چیز اچھی ہے اور اخذ کی جا سکتی ہے۔ لیکن ابنِ تیمیہؒ، ابن عبدالوھاب، مجدد الف ثانی، اورنگ زیب اور اقبال ان چیزوں کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں، تاکہ جو چیز شرعی معیار پر پوری نہ اترے، اسے رد کر دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں دونوں اصول کار فرما رہے ہیں۔ وحدت الوجودیوں اور حق کو ہر گوشے میں تلاش کرنے والوں نے دوسری قوموں اور دوسرے

۴۵۔ رود کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۱۳

طریقوں سے استفادہ کرنے کی کوشش کی اور ان کے قابل اخذ خیالات کو اسلام میں داخل کیا۔ لیکن جب اس طرح بعض مضر خیالات اور شعائر اسلامی معاشرے میں رائج ہو گئے اور باہر کے عناصر قومی تخیل پر اس طرح چھا گئے کہ اصل اسلامی احکام نظر سے اوجھل ہونا شروع ہوئے، تو ابن تیمیہ ؒ، ابن عبدالوھاب ؒ، حضرت مجدد ؒ اور اقبال ؒ نے اپنا کام شروع کیا اور اسلام کو غیر اسلامی عناصر سے پاک کرنے کی کوشش کی۔ (۴۶)

نظریہ وحدت الشہود کی سیاسی اہمیت

حضرت مجدد ؒ اس زمانے میں پیدا ہوئے جب ایک طرف ہندو احیائیت کی وجہ سے اور دوسری طرف شہنشاہ اکبر و ابو الفضل کی مصلحت کوشیوں کی بنا پر اسلام کے لئے عظیم خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور اسلامی معاشرے کو بچانے کے لئے نظریہ وحدت الشہود کو اپنانے کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ امر قابل ذکر ہے کہ انہوں نے وحدت الوجود کی بالکل نفی نہیں کی بلکہ اسے وحدت الشہود سے نچلے درجے پر ایک مقام ظاہر کیا ہے۔ بہرحال حضرت مجدد کے فلسفہ وحدت الشہود کو برصغیر میں سیاسی لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں کچھ لوگ فلسفہ وحدت الوجود کی آڑ میں شہنشاہ کے جاری کردہ نئے مذہب دین الٰہی کی طرف راغب ہو رہے تھے اور ہندوستان میں مسلم معاشرے کی امتیازی حیثیت کو ختم کر کے متحدہ ہندوستانی قومیت کے گیت الاپ رہے تھے۔ آپ نے ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو وحدت الشہود کا تصور دے کر یہاں مسلم قومیت کے نظریہ کی آبیاری کی جس کے دور رس نتائج بر آمد ہوئے۔ انگریزی عہد کے آخری دور میں بھی برصغیر میں ایک بار پھر متحدہ ہندوستانی قومیت کے تصور کو ابھارنے اور عام کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن حضرت مجدد کی تعلیمات مسلمانوں کے قلب و ذہن میں اس قدر پختگی کے ساتھ راسخ ہو گئی تھیں کہ انہوں نے اس تصور کو کلی طور پر رد کیا۔ چنانچہ متحدہ ہندوستانی قومیت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا اور بالآخر انگریزوں کے رخصت ہونے کے موقع پر برصغیر کو پاکستان

۴۶۔ رود کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۱۴

اور ہندوستان کی دو الگ ریاستوں میں تقسیم کرنا پڑا۔ مقبوضہ کشمیر کی موجودہ تحریک آزادی بھی تقسیم ہند کے اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ یہ بنیادی طور پر ہندوستان کے جابرانہ تسلط کے خلاف کشمیر میں اسلام اور مسلم قومیت کے احیا کی پرزور تحریک ہے جو تحریک پاکستان یا مسلمانان برصغیر کی تحریک کا ایک حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جنگ اس وقت ختم ہو گی جب ہندوستان کشمیری مسلمانوں کے حق خود ارادیت کا احترام کرتے ہوئے کشمیر پر سے اپنا غاصبانہ قبضہ ختم کر دے گا۔

باب سوئم

کشمیر میں اشاعت اسلام (۱)

کشمیر میں برصغیر کے دیگر علاقوں کے مقابلے میں اسلام تقریباً سوا سو سال بعد چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں داخل ہوا۔ سوات کے ایک بزرگ شاہ مرزا ۱۳۱۵ء میں کشمیر کے راجا سنگھ دیو کے ملازم ہوئے اور اپنی خداداد قابلیت سے بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ جب ملک کا نظام درہم برہم ہونے لگا تو ۱۳۴۳ء میں شاہ مرزا صاحب شمس الدین شاہ کے نام سے تخت نشین ہوئے اور اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا میں ان کی نسبت لکھا ہے۔

> "نئے بادشاہ نے اپنے اختیارات سمجھ اور نیک نیتی سے استعمال کئے۔ کشمیر کے ہندو راجے بڑے ظالم تھے۔ ان کی اعلانیہ پالیسی یہ تھی کہ رعیت کے پاس معمولی دال روٹی سے زیادہ کچھ نہ رہنے دیا جائے۔ نئے بادشاہ کی حکومت لبرل اصولوں پر قائم تھی۔ اس نے بے جا سرکاری لگان اور غیر منصفانہ ٹیکس ہٹا دیئے۔ ٹیکس وصول کرنے کے ظالمانہ طریقے موقوف کر دئے اور سرکاری لگان پیداوار کے چھٹے حصے پر مقرر کیا۔" (۱)

حضرت بلال شاہ

شاہ میر نے کشمیر سے اسلام کے سیاسی تعلقات کی بنیاد ڈالی۔ لیکن اس خطہ جنت نظیر میں اسلام کے پہلے کامیاب مبلغ حضرت بلال شاہ یا بلبل شاہ تھے۔ خزینۃ الاصفیاء میں لکھا

۱۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۳۷۴، ۳۷۵

ہے کہ حضرت بلبل شاہ کا اصل نام شرف الدین تھا اور اسلام کشمیر میں ان کی بدولت پھیلا۔ وہ شاہ نعمت اللہ فارسی کے مرید اور سہروردی سلسلے کے بزرگ تھے۔ ۱۳۲۴ء میں رنجن شاہ حاکم کشمیر کے عہد میں وہ کشمیر آئے اور راجا اور اس کے بہت سے امرا کو مسلمان کیا۔ (۲) اس کے بعد لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ حضرت بلبل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور دولت اسلام سے فیض یاب ہوتے تھے۔ جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ان کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ راجا نے آپ کے نام پر ایک بڑی خانقاہ کی بنیاد رکھی اور ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ تاریخ اعظمی کے مصنف خواجہ اعظم نے بابا بلبل شاہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے اتنی طاقت دی ہے کہ میں غذا اور سرو سامان کے بغیر خوشی سے زندگی بسر کروں اور اسی بدن کے ساتھ روح کے جدا ہوئے بغیر دارالبقا کو جاؤں، اور اس جسم کو ابدلاباد تک محفوظ رکھوں۔ لیکن چونکہ یہ سب امور سنت نبوی کے خلاف ہیں، میں ان کا مرتکب نہیں ہوتا۔ سنت کی پیروی میرے نزدیک ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (۳) حضرت بلبل شاہ کی وفات ۱۳۲۶ء میں ہوئی۔ اس کے اڑھائی سال بعد رنجن شاہ، جس نے سلطان صدر الدین کا لقب اختیار کیا تھا، بھی وفات پا گیا۔

سلطان صدر الدین کی وفات کے بعد ملک میں پھر بدنظمی پیدا ہوئی اور شاہ میر صاحب (شاہ مرزا) سلطان شمس الدین کے نام سے تخت نشین ہوئے۔ انہیں تین سال سے زیادہ حکومت نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن انہوں نے اسلامی حکومت کی مستحکم بنیاد رکھ دی اور اڑھائی سو سال تک ان کا خاندان اس ملک میں برسر اقتدار رہا۔

امیر کبیر میر سید علی ہمدانی

اسی صدی کے آخیر میں امیر کبیر سید علی ہمدانی ایران سے کشمیر تشریف لائے۔ آپ بڑے صاحب علم بزرگ گزرے ہیں۔ اور اسلامی دنیا کی روحانی تاریخ میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ ۱۲ رجب ۷۱۴ھ مطابق ۲۱ ر اکتوبر ۱۳۱۴ء کو ہمدان (ایران) میں

۲۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۳۷۵

۳۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۷۶

پیدا ہوئے۔ مدتوں ممالک اسلامی کی سیاحت کی۔ مشہور ہے کہ آپ نے ایک ہزار چار سو اولیاء اللہ سے ملاقات کی۔ آپ کا تعلق کبرویہ سلسلے سے تھا۔ جو سہروردیوں کی ایک شاخ ہے۔ ۱۳۶۹ء میں آپ سات سو سیدوں کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ بادشاہ وقت آپ کے ساتھ بڑی عقیدت سے پیش آیا اور آپ نے اور آپ کے رفقاء نے بڑی سرگرمی سے اشاعت اسلام شروع کی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی کوششوں سے سینتیس ہزار کشمیری دائرہ اسلام میں آئے۔ (۴) آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً مجمع الاحادیث، شرح اسمائے حسنیٰ، شرح فصوص الحکم وغیرہ۔ ذخیرۃ الملوک آپ کی آخری تصنیف ہے، جو امور ملکی اور سیاسی مصلحتوں کے متعلق ہے۔ آپ اور آپ کے رفقاء کی کوششوں سے اسلام کشمیر میں مستحکم بنیادوں پر قائم ہو گیا۔ آپ کی وفات ۱۳۸۴ء میں ضلع ہزارہ اور بقول بعض کافرستان کے علاقے میں ہوئی لیکن نعش مبارک ترکستان کے شہر ختلان میں لے جا کر دفن کی گئی۔

تاریخ اعظمی میں لکھا ہے کہ آپ تین دفعہ کشمیر تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ آپ سلطان شہاب الدین کے عہد حکومت میں ۷۷۴ھ (۷۳-۱۳۷۲ء) میں سات سو سادات عظام کے ہمراہ وارد کشمیر ہوئے اور وہاں سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ کشمیر پہنچ کر آپ نے سری نگر میں محلہ علاؤالدین پورہ میں قیام کیا۔ پانچ وقت کی نماز دریا کے کنارے. جہاں اب آپ کی خانقاہ ہے. ادا فرماتے اور خلقت کو ارشاد و ہدایت سے فیض یاب کرتے۔ مرزا حیدر نے تاریخ رشیدی میں لکھا ہے کہ پہلی بار آپ نے کشمیر میں چالیس روز سے زیادہ قیام نہیں کیا۔ آپ کے کشمیر سے چلے جانے کے بعد آپ کے اکثر رفقا یہیں رہ گئے اور آپ کی خانقاہ کشمیر میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا مرکز بن گئی۔ دوسری مرتبہ آپ ۷۸۱ھ (۸۰-۱۳۷۹ء) میں سلطان قطب الدین کے عہد میں کشمیر تشریف لائے اور اس مرتبہ دو سال چھ ماہ کشمیر میں رہے. اور ۷۸۳ھ (۸۳-۱۳۸۲ء) میں براستہ لداخ و ترکستان واپس وطن لوٹے۔ بادشاہ وقت قطب الدین آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا اور آپ کا بڑا ادب کرتا۔ اس نے ایک خلاف شرع حرکت کر رکھی تھی۔ یعنی دو سگی بہنوں کو اپنے

۴۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۳۷۷

نکاح میں لے آیا تھا۔ جناب شاہ ہمدان کے ارشاد پر اس نے اپنی غلطی کا ازالہ کیا۔ شروع شروع میں ہندوانہ لباس پہنتا تھا۔ شاہ ہمدان کی ہدایت پر اسے ترک کر دیا اور اسلامی ممالک کا لباس اختیار کیا۔ (۵) حضرت شاہ ہمدان تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ (۸۴۔ ۱۳۸۳ء) میں کشمیر تشریف لائے اور یہاں مختصر قیام کے بعد عازم وطن ہوئے۔

امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے جو خلفاء کشمیر میں بس گئے اور یہیں وفات پا کر دفن ہوئے، ان میں سے ایک میر سید حسین سمنانی تھے۔ ایک رفیق شیخ سلیمان کشمیری تھے اور تیسرے خلیفہ محمد کاظم صاحب المشہور بہ سید قاضی تھے۔ جن کی تحویل میں حضرت امیر کبیر کا کتب خانہ تھا۔ انہوں نے علاقہ لتاپور میں اشاعت اسلام کی اور وہاں کے باشندوں کو مسلمان کیا۔

حضرت سید علی ہمدانی کی عالمگیر عظمت

حضرت سید علی ہمدانی کو ان کی حیات ہی میں ان کے روحانی اور تبلیغی کارناموں کی وجہ سے اسلامی دنیا میں غیر معمولی شہرت و عظمت حاصل ہوئی۔ ایران، ترکستان، ہندوستان اور پاکستان کا چپہ چپہ ان کی شہرت سے گونج اٹھا۔ ہمدان کے اس جلیل القدر فرزند نے کشمیر میں ایک زبردست دینی اور سماجی انقلاب لا کر اہل کشمیر کو زندگی کا ایک نیا کیف عطا کیا۔ حضرت میر سید علی ہمدانی نے کشمیری قوم کو نہ صرف روحانی اور اخلاقی تعلیم سے نوازا، بلکہ سماجی اور اقتصادی طور پر بھی مستفید فرمایا۔ آپ نے اپنے مبلغین کی جماعت کے ساتھ دنیا کے مختلف حصوں سے تجربہ کار فنکاروں، انجینئروں اور دستکاروں کو بھی بلایا۔ جنہوں نے کشمیریوں کو مذہب کے علاوہ فنکاری، زراعت اور مختلف قسم کی دستکاریاں بھی سکھا دیں۔ جس کی بدولت کشمیر کے لوگ مختلف دستکاریوں مثلاً پشمینہ سازی، کتائی، قالین بافی، شالبافی، پیپر ماشی، لکڑی پر نقش گیری، چاندی اور تانبے کی برتن سازی اور ان پر نقش گیری، جلد سازی، خطاطی اور سوزن کاری وغیرہ میں بلند پایہ ماہرین

۵۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۷۷

بن گئے۔ جب ہی اس وقت سے کشمیر مشہور ہوا ہے۔ اقبالؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف جاوید نامہ میں کشمیر کے مشہور شاعر ملا طاہر غنی عشائی کی زبانی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کو درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

سید السادات سالار عجم　　دست او معمار تقدیر امم
مرشد آن کشور مینو نظیر　　میرو درویش و سلاطین را مشیر
خطہ را آن شاہ دریا آستیں　　داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آن مرد ایران صغیر　　باہنر ھائے غریب و دلپذیر

ان اشعار میں اقبال نے حضرت علی ہمدانی کی ان ہی خدمات جلیلہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو آپ نے دین، تعلیم، صنعت، تہذیب و تمدن کے فروغ کے لئے کشمیر میں انجام دیں اور کشمیر کو ایران جیسے متمدن اور مہذب ملک کے ہمسر کر دیا۔

رشد و ہدایت

تاریخ اعظمی میں ہے کہ کشمیر میں آپ کی تشریف آوری سے پہلے اس خطے پر جہالت کی تاریکیاں اس قدر چھائی ہوئی تھیں کہ یہاں کے لوگ علم شریعت سے بہت کم واقف تھے۔ بلکہ یہاں مسلمان ہی تعداد میں بہت کم تھے۔ احکام شریعت کی پابندی اور اسلام کی تعلیم تقریباً مفقود تھی۔ کشمیر کے اس دور جاہلیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ احکام اسلامی سے عدم واقفیت کی بنا پر سلطان قطب الدین بیک وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں لائے ہوئے تھا اور کافروں کا لباس پہنتا تھا۔ مختصر یہ کہ چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں کشمیر کے مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی اور تعلیمی حالت نہایت گر چکی تھی۔ اخلاق و کردار، عادات و اطوار سب میں تنزل کے آثار نمایاں تھے کہ عین اس زمانے میں حضرت سید علی ہمدانی کشمیر تشریف لائے۔ چنانچہ تنزل اور ابتری کے اس دور میں آپ نے کشمیر میں تبلیغ و اشاعت اسلام اور اصلاح و تربیت کا کام شروع کیا۔ یہاں کے دور دراز کے علاقوں میں اپنے رفقا کو جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔ پھیلا دیا، تاکہ وہ دینی تعلیم و اشاعت اسلام کی خدمت انجام دے کر اس خطے کو اسلام کے نور سے منور کریں۔

آپ نے اس بنا پر کہ الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں اگر ان کو درست کیاجائے تو عوام کی اصلاح بہت آسان ہوتی ہے۔ آپ نے سلطان قطب الدین کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اسے پند و موعظت و ارشاد و تلقین سے شریعت اسلامیہ کا پابند بنایا۔ چنانچہ وہ عدم واقفیت کی بنا پر جن دو بہنوں کو بہ یک وقت اپنے نکاح میں لائے ہوئے تھا. آپ کے ارشاد کی بنا پر اس نے ایک نکاح کو فسخ کر دیا۔ کافرانہ لباس ترک کر کے مسلمانوں کا لباس پہننے لگا۔ آپ نے اپنے رفقا کو اس کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ نے کشمیر کے عوام میں اسلام کی روح کو بیدار کیا اور اس علاقے میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ تذکروں میں ہے کہ کشمیر کی مشہور ترین عارفہ خاتون للہ نامی چالیس سال سے زائد عمر میں حضرت سید علی ہمدانی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ان ہی خاتون نے شیخ نورالدین رشی کو بچپن میں دودھ پلایا تھا۔

حضرت سید علی ہمدانی نہ صرف عالم اور صاحب عرفان و سلوک بزرگ تھے۔ بلکہ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف و مئولف بھی تھے۔ اس کے علاوہ آپ بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ کی فکر رسا نے تصوف کے رموز و نکات کو نہایت حسن اور دلکشی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ عرفان و تصوف، سوز و گداز اور سلاست و روانی آپ کے کلام کی خصوصیات ہیں۔ آپ کی اپنی درج ذیل رباعی سری نگر میں آپ کی خانقاہ کے محراب کے اوپر منقش ہے۔ (۶)

شاہا ز کرم برمن درویش نگر — بر حال من خستہ دل ریش نگر
ہر چند نیم لائق بخشائش تو — برمن منگر، بر کرم خویش نگر

وفات

جب حضرت سید علی ہمدانی تیسری اور آخری بار کشمیر سے واپس وطن روانہ ہوئے تو

۶۔ اقبال کے محبوب صوفیہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۲۴

راستے میں پاکھل اور کافرستان سے ہوتے ہوئے کونار کے قریب آپ نے وفات پائی (بابر نامہ)۔ آپ کے جسد مبارک کو آپ کی وصیت کے مطابق ختلان (تاجکستان) لے جاکر بہ مقام کولاب دفن کیا گیا۔ تاریخ وفات ۶ ذی الحج ۷۸۶ھ (۱۳۸۴ء) ہے۔ (۷)

شاہ ہمدان پبلک ویلفیئر ٹرسٹ سری نگر، کشمیر کی شائع کردہ کتاب "شاہ ہمدان" میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے بارے میں درج ذیل بنیادی معلومات نقل کی گئی ہیں۔ (۸)

تاریخ پیدائش

۱۲/۱۴ رجب ۷۱۴ھ مطابق ۱۳۱۲ء تاریخ وفات ۶ ذی الحج ۷۸۶ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۸۵ء

کشمیر میں آمد

پہلی بار ۷۷۴ھ (۱۳۷۲ء) دوسری بار ۷۸۱ھ (۱۳۷۸ء) تیسری بار ۷۸۵ھ (۱۳۸۳ء)

آپ نے پہلی بار ۴ تا ۶ ماہ کشمیر میں قیام کیا۔ دوسری بار آپ کا قیام اڑھائی سال رہا۔ تیسری بار آپ نے ایک سال قیام کیا۔ کتاب میں آپ کے کچھ حکیمانہ اقوال بھی دیے گئے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ لالچی نہ بنو، ورنہ بے عزت ہو جاؤ گے۔

۲۔ اتراؤ نہیں، ورنہ دنیا میں رد ہو جاؤ گے۔

۳۔ اچھی باتیں سوچو تو بہتری پیدا ہو گی۔

۴۔ اللہ سے دوستی چاہتے ہو تو خدمت خلق کو اپنا شعار بناؤ۔

۵۔ جدوجہد جاری رکھو تو مقصد حاصل ہو گا۔

۷۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۳۲۵

۸۔ شاہ ہمدان، مصنفہ ڈاکٹر نذیر احمد دار مطبوعہ شاہ ہمدان پبلک ویلفیئر ٹرسٹ سری نگر ۱۴۰۷ھ حصہ انگریزی صفحات ۴، ۱۵، ۱۶ و حصہ اردو صفحہ ۲

تعمیر خانقاہ

حضرت سید علی ہمدانی کی وفات کے بعد اس چبوترے پر، جو آپ نے پانچ وقت نماز کے لئے دریائے جہلم کے کنارے بنوایا تھا، آپ کی یادگار کے طور پر ایک شاندار خانقاہ تعمیر کی گئی۔ اس عمارت کی تعمیر ۷۹۸ھ (۹۶-۱۳۹۵ء) میں شروع ہوئی اور ۷۹۹ھ (۹۷-۱۳۹۶ء) میں تکمیل کو پہنچی۔ (۹)

آقائی علی اصغر حکمت نے لکھا ہے = حضرت سید علی ہمدانی کی خانقاہ، خانقاہ معلی کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے ساتھ ایک مسجد ہے، جو مسجد شاہ ہمدان کے نام سے موسوم ہے۔ یہ خانقاہ اور مسجد شہر سری نگر میں محلّہ علاؤالدین پور میں فتح کدل اور زینہ کدل پلوں کے درمیان واقع ہے۔ خانقاہ میں اس جگہ کو جہاں حضرت سید علی ہمدانی نماز پڑھا کرتے تھے، مربع شکل میں گھیر لیا گیا ہے۔ اس خانقاہ کے باب الداخلہ پر یہ شعر کندہ ہے۔ (۱۰)

ای دل اگرت مطلب فیض دو جہان ست
رو، بردر شاہنشہ شاہ ہمدان ست

میر سید محمد ہمدانی

حضرت امیر کبیر کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحب زادے حضرت میر سید محمد ہمدانی کئی سو ہمراہیوں کے ساتھ کشمیر تشریف لائے اور سلطان سکندر بن سلطان قطب الدین (متوفی ۷۹۶ھ مطابق ۹۴- ۱۳۹۳ء) کے عہد میں بارہ سال تک (بقول بعض بائیس ۲۲ سال تک) کشمیر میں رہ کر ترویج اسلام کرتے رہے۔ (۱۱) (تاریخ اعظمی)

نگارستان کشمیر میں قاضی ظہور الحسن سہاروی مرحوم نے حضرت سید میر محمد

۹- اقبال کے محبوب صوفیہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحات ۳۲۱، ۳۲۲

۱۰- اقبال کے محبوب صوفیہ، مصنفہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۲۲

۱۱- آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۷۹

ہمدانی ؒ کے حالات تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"یہ حضرت امیر کبیر کے صاحب زادے تھے۔ محدث و فقیہہ و صاحب عرفان تھے۔ سلطان سکندر کے عہد میں بہ عمر ۲۲ سال مع تین سو مریدین کے ۸۰۶ھ (۱۴۰۴۔۱۴۰۳ء) میں تشریف لائے۔ بارہ سال کشمیر میں مقیم رہے۔ ۸۱۸ھ (۱۶۔۱۴۱۵ء) میں کشمیر میں ہی وفات پائی۔ آپ کے دست حق پرست پر کثرت کے ساتھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بادشاہ کا وزیر سنہابٹ بھی مع عیال و اطفال مسلمان ہو گیا۔ سنہابٹ کا نام سیف الدین رکھا گیا۔ حضرت نے علاوہ اشاعت اسلام، قدیم مسلمانوں کی بھی اصلاح فرمائی۔ کشمیر میں جس قدر بدعات رائج ہو گئی تھیں، سب کو موقوف کر دیا۔" (۱۲)

شیخ محمد اکرام نے اپنی تصنیف "آب کوثر" میں صفحہ ۳۷۹ پر لکھا ہے کہ

"حاکم وقت سلطان سکندر بت شکن ان کا بڑا معتقد تھا اور وزیر سنہابٹ بھی جو آپ کی آمد کے بعد مسلمان ہوا، آپ کا بے حد پاس کرتا تھا۔ اس نے آپ سے اپنی بیٹی بھی بیاہ دی تھی۔ آپ نے بادشاہ کے ایما پر کئی کتابیں لکھیں ــــــ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ آپ کے زمانے میں احکام شرع کشمیر میں اس طرح نافذ تھے کہ سماع بالمزامیر اس خطے میں بالکل نہ تھا اور نوبت بھی دروازہ شاہی کے سوا کہیں نہ بجتی تھی۔ ۱۳۹۷ء میں آپ نے خطہ کشمیر کو خیرباد کہا اور حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حج سے واپسی کے بعد آپ ختلان چلے گئے جہاں ان کے والد بزرگوار کا مزار تھا اور وہیں وفات پائی۔"

سلطان سکندر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان علی شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کا وزیر بھی سنہابٹ الموسوم ملک سیف الدین تھا۔ لیکن اس نے چار پانچ سال کی حکومت کے بعد تخت و تاج اپنے چھوٹے بھائی شادی خان کو تفویض کیا جو بالآخر ۸۲۶ھ میں سلطان زین العابدین کے نام سے خود مختار بادشاہ ہوا۔ سلطان زین العابدین کو کشمیر کا اکبر کہتے ہیں۔ اس کے زمانے میں علم و فن اور شعر و سخن کو بڑا فروغ ملا۔ زین ابعابدین باون برس تک

۱۲۔ اقبال کے محبوب صوفیہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۳۰

بر سر حکومت رہا اور بالآخر ۱۴۷۲ء میں فوت ہوا۔ سلطان زین العابدین کے عہد حکومت میں اگرچہ رواداری اور مذہبی آزادی کا دور دورہ تھا۔ لیکن اشاعت اسلام کا کام اس زمانے میں بھی بند نہ ہوا۔ چنانچہ مشور مورخ ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی اپنی تاریخ کشمیر موسوم بہ کشیر میں لکھتے ہیں کہ راجپوتوں کے دو بڑے قبیلے جو بارہ مولہ اور کوھالہ کے درمیان دریائے جہلم کے کنارے پر آباد ہیں، سلطان زین العابدین کے عہد حکومت میں مسلمان ہوئے (صفحہ ۱۰۸) واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی ہمدانی، ان کے صاحب زادے اور رفقائے کار کی سرگرمیوں نے کشمیر میں ایک روحانی ہلچل پیدا کر دی تھی اور اب مقامی اولیا اور مبلغین کا ایک ایسا گروہ بر سر کار آیا جنہیں بابا یا مسلمان رشی (ریشی) کہتے تھے۔ یہ لوگ نہایت سادہ زندگیاں بسر کرتے تھے اور ہندو اور مسلمان دونوں ان کا احترام کرتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت شیخ نورالدین نے پائی۔ جنہیں ہندو نندہ رشی کہتے ہیں اور جن کی نسبت بابا داؤد خاکی نے لکھا۔ (۱۳)

شیخ نورالدین ریشی، پیر جمع ریشیان — زاہد خوش بود باحق داشت بسیار اشتغال
بود با تجرید و تفرید اھل صوم دھر نیز — تارک لحم و بصل، شیر و عسل بسیار سال
صاحب کشف و کرامت بود نطق خوب داشت — ہم اویسی بود گفت این داؤدی صاحب مقال

شیخ نورالدین کے والد یاسمن ریشی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ وہ خود ۱۳۷۷ء میں پیدا ہوئے اور سلطان زین العابدین کے عہد حکومت میں ۱۴۳۸ء میں وفات پا گئے۔

آپ سید علی ہمدانی کے بعد کشمیر کے سب سے بڑے ولی سمجھے جاتے ہیں۔ (۱۴) آپ نے بچپن میں سید تاج الدین سمنانی اور خود شاہ ہمدان سے فیض حاصل کیا تھا۔ شیخ نورالدین نے کشمیر میں اشاعت دین اور تصوف اسلامی کے لئے جو شاندار خدمات انجام دی ہیں تاریخ کشمیر میں وہ کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ (۱۵)

۱۳۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحات ۳۸۰، ۳۸۱

۱۴۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۸۲

۱۵۔ اقبال کے محبوب صوفیہ اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۱۸ (حاشیہ)

باب چہارم

کشمیر میں اشاعت اسلام II
تذکرہ بزرگان "درس شریف" اگھار، کوٹلی، آزاد کشمیر

ریاست جموں و کشمیر کو بر صغیر پاک و ہند میں ایک اسلامی خطے کی حیثیت سے اہم مقام حاصل ہے۔ تقسیم سے قبل ریاست کی کل آبادی ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۴۰ لاکھ تھی۔ جس میں ۷۷ فیصد مسلمان تھے۔ اس وقت صرف آزاد کشمیر میں، جو ریاست کے کل رقبہ (ساڑھے چوراسی ہزار مربع میل) کے ۷ فیصد یعنی ۵ ہزار مربع میل پر مشتمل ہے۔ اندازاً ۳۲ لاکھ نفوس آباد ہیں۔ (۱) جو مذہب کے اعتبار سے ۱۰۰ فیصد مسلمان ہیں جبکہ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق مقبوضہ کشمیر (بشمول جموں و لداخ) میں اس وقت مسلمانوں کی آبادی تقریباً ساڑھے باون لاکھ ہے. جو کل آبادی کا ۶۴ فیصد ہے۔ (۲) اگر پاکستان میں آباد مہاجرین اور شمالی علاقہ جات کی آبادی کو بھی شمار کیا جائے تو ریاست میں مسلمانوں کی کل آبادی اس وقت ایک کروڑ کے لگ بھگ بن جاتی ہے۔

جیسا کہ ہم نے گزشتہ باب میں بیان کیا ہے. اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر جنوبی ایشیاء میں اسلام کی اشاعت صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ جن میں حضرت علی بن عثمان ہجویری" عرف داتا گنج بخش. حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری"، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی". حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج

۱۔ یہ اعداد و شمار ۱۹۸۱ء کی آبادی پر گزشتہ بارہ سال کے عرصہ میں ۳ فیصد سالانہ اضافے کی نشان دہی کرتے ہیں۔

۲۔ مقبوضہ کشمیر کی آبادی کے یہ اعداد و شمار Statesman's Year Book مرتبہ John Paxton برائے ۸۹۔ ۱۹۸۸ء میں درج اعداد و شمار پر مبنی ہیں اور ایک اندازے کو ظاہر کرتے ہیں۔

شکرؒ اور حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردیؒ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بعینہ کشمیر میں بھی اسلام کی اشاعت کا سہرا سہروردی سلسلہ کے ایک مبلغ حضرت بلال شاہ المعروف بلبل شاہ، حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ، آپ کے فرزند حضرت سید میر محمد ہمدانی، حضرت شیخ العالم شیخ نور الدین ولی رحمتہ اللہ علیہ (مزار شریف سری نگر کے جنوب مغرب میں بمقام چرار واقع ہے) حضرت مخدوم حمزہ رحمتہ اللہ علیہ (مزار شریف بمقام ہاری پربت سری نگر میں ہے) اور حضرت غوث الااعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے بعض اہل خاندان جنہوں نے کشمیر کو اپنی دینی سرگرمیوں کی جولا نگاہ کے طور پر منتخب کیا، اور جن کے مزارات سری نگر شہر کے مشہور محلّہ خانیار میں واقع ہیں، جیسے بزرگان دین کے سر ہے۔

میں نے سری نگر میں دسمبر ۱۹۴۷ء تک کے قیام کے عرصہ میں ان سب بزرگوں کے مزارات یا خانقاہوں پر حاضری دی ہے۔ اہل کشمیر کے نزدیک دینی اعتبار سے عظیم ترین بزرگ حضرت شاہ ہمدان ہیں۔ اسی وجہ سے خانقاہ معلّٰی کو درگاہ شریف حضرت بل کے بعد، جہاں رسول پاکؐ کا موئے مبارک ہے۔ مسلمانوں کا مقدس ترین مقام خیال کیا جاتا ہے۔ دوسرا درجہ حضرت شیخ نورالدین ولی کو حاصل ہے جو کشمیری زبان کے بلند پایہ صوفی شاعر بھی ہیں۔ ان کی شاعری کشمیری عوام کے دلوں میں رچی بسی ہوئی ہے۔ مجھے ایک بار ۱۹۳۷ء میں ان کے مزار پر حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ انہی مقدس ہستیوں کی کوششوں اور تبلیغی سرگرمیوں کی بدولت آج مقبوضہ وادی کشمیر کی ۹۵ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے، جو گزشتہ تین برس سے کشمیر پر ہندوستان کے ۴۶ سالہ غاصبانہ قبضہ، ظلم وتشدد اور بربریت کے خلاف اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے، اپنی عزت وناموس بچانے اور سیاسی اعتبار سے اپنا حق خود ارادیت حاصل کرنے کے لئے تاریخ کی لاثانی جنگ لڑ رہے ہیں۔ پاکستان کے ساتھ بھی اہل کشمیر کا سب سے اہم رشتہ دینی اور روحانی ہی ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جن بزرگوں نے کشمیر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی، وہ پاکستان کے راستے سے ہی کشمیر میں داخل ہوئے۔ گویا پاکستان کشمیر کے لئے اسلام کا صدر دروازہ رہا ہے۔ اس کے علاوہ بیرونی اسلامی دنیا کے ساتھ کشمیر کا جغرافیائی رابطہ بھی پاکستان کی وساطت سے ہی ممکن ہے۔

حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی (م ۱۶۷۷ء) (۳)

جہاں تک ریاست کے اس مختصر حصے کا تعلق ہے، جو آزاد کشمیر کے نام سے موسوم ہے، اور پاکستان کی مشرقی سرحد کے ساتھ واقع ہے، یہاں بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں بعض بزرگان دین نے انتہائی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں حضرت شیخ المشائخ قاضی فتح اللہ صدیقی کی شخصیت قابل ذکر اور اہم ہے، جنہوں نے مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ریاست کے ضلع میرپور میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔

خاندانی پس منظر

آپ بنیادی طور پر مشرقی پنجاب کے شہر رہتک کے رہنے والے تھے، جہاں آپ کا پورا قبیلہ آباد تھا۔ آپ کا شجرہ نسب خانقاہ درس شریف، واقع اگھار، کوٹلی، میں محفوظ ہے۔ جو تیسویں پشت میں اسلام کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہ راست ملتا ہے۔ شجرہ کی نقل اس کتاب کے صفحات ۱۰۰ تا ۱۰۳ پر درج ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد عرب سے نقل مکانی کر کے پہلے یمن میں آباد ہوئے۔ اس کے بعد سیستان اور خراسان کو اپنا وطن بنایا، جہاں سے اس خاندان کے ایک بزرگ شیخ قوام الدین سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں برصغیر میں وارد ہوئے اور دہلی کے قریب مشرقی پنجاب کے شہر رہتک میں مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے۔ اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بدولت آپ کو منصب قضاء پر فائز کیا گیا۔ سلاطین دہلی نے آپ کی خاندانی بزرگی کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ منصب آپ کے خاندان میں مستقل کر دیا۔

تعلیم اور تکمیل سلوک

جناب فتح اللہ صدیقی نے دینی تعلیم علی پور بھیرہ (ضلع سرگودھا) کی مشہور زمانہ درسگاہ میں حضرت شیخ سید مبارک علیہ الرحمتہ سے مکمل کرنے کے بعد راہ سلوک اختیار کی اور اس مقصد کے لئے مرشد کی تلاش میں گھر سے چل پڑے۔ خاصی جستجو اور ریاضتوں

۳۔ حضرت قاضی فتح اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں جملہ معلومات آپ کی کتاب خزاین فتحیہ الاسرار کے اردو ترجمہ از مولانا محمد علیم الدین سے ماخوذ ہیں۔

کے بعد ایک رات خواب میں آپ کو روحانی مرشد کی نشاندہی ہوئی۔ (۴) اس کے مطابق آپ حضرت شیخ محمد حسن رہتاسی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک کی۔ حضرت شیخ محمد حسن اپنے وقت کے نامور صوفی اور دینی اور روحانی شخصیت تھے۔ آپ نے قادری شطاری سلسلہ طریقت میں جناب فتح اللہ صدیقی کی روحانی اور اخلاقی تربیت فرمائی اور انہیں روحانیت کے بلند مقام پر پہنچایا۔

کشمیر میں آمد

جناب مرشد نے شیخ فتح اللہ صدیقی کو ریاست جموں و کشمیر کے مغربی سرحدی شہر میرپور میں سکونت اختیار کرنے اور اس علاقہ مین جہاں اس وقت ہندو بکثرت آباد تھے، تبلیغ اور اشاعت دین کی خدمت انجام دینے کا فریضہ سپرد کیا۔ آپ اپنے مرشد کے حکم کی تکمیل میں علاقہ میرپور میں آباد ہوئے۔ یہاں آپ نے ایک وسیع و عریض مسجد تعمیر کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ مسجد علاقے کے لوگوں کے لئے دینی اور سماجی مرکز بن گئی۔ آپ کی سادہ زندگی اور اخلاق و کردار کی پاکیزگی نے لوگوں کو بہت متاثر کیا۔ آپ نے اسلامی عقائد و تعلیمات کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کیا۔ آپ کی ہر دلعزیز شخصیت نے غریب و امیر اور عام و خاص سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ مغل حکومت نے بھی آپ کو میرپور کے علاقہ کا قاضی مقرر کیا۔ اس اہم منصب پر آپ زندگی کے آخری ایام تک فائز رہے۔

دینی خدمات

(۱) تبلیغی سرگرمیاں = میرپور کے خواص و عام میں اسلامی اقدار رائج کرنے کے سلسلہ میں قاضی فتح اللہ صدیقی نے اہم خدمات انجام دیں۔ اس زمانہ میں اس علاقہ میں گکھڑ قبیلہ ایوان حکومت میں بہت اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ آپ نے میرپور میں تبلیغ دین کا وہی انداز اختیار کیا جو اس سے قبل حضرت شاہ ہمدان نے وادی کشمیر میں اپنایا تھا۔ یعنی نفاذ شریعت اور

۴۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) صفحات مقدمہ ۲۰، ۲۲ و کتاب صفحہ ۵۶۵

اصلاح معاشرہ کا کام حکمران طبقہ کی اصلاح اور تعاون سے شروع کیا گیا۔ حکومت کے ایوانوں تک رسائی حاصل کرنے سے قاضی صاحب کو علاقہ میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے میں بہت مدد ملی۔ مقامی ہندو آبادی کے غلط رسوم و رواج کا جو اثر ہمسائیگی کی وجہ سے مسلمان معاشرے نے قبول کیا تھا. حضرت قاضی صاحب کی اسلامی تحریک سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ علاقہ میرپور کے رئیس سلطان فتح محمد گھکھڑ حضرت قاضی فتح اللہ کی پاکیزہ صحبت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی بیٹی قاضی صاحب سے بیاہ دی۔ اس طرح دونوں خاندان رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ مشہور مقولہ ہے کہ الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر عمل کرتے ہیں۔ اس کے مصداق جب حکمران طبقہ نے جناب قاضی صاحب کی ہدایت پر اسلامی تعلیمات کا گہرا اثر قبول کیا تو ساتھ ہی عام لوگوں کی اصلاح عمل میں آئی اور معاشرتی برائیاں دور ہو گئیں۔ اس اصلاح احوال کے اثرات میرپور میں آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں کہ یہاں کے عوام انتہائی راسخ العقیدہ اور دیندار سنی مسلمان ہیں اور آسودہ حال ہونے کے باوجود سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ قاضی فتح اللہ صدیقی کا خاندان مستقل طور پر میرپور میں آباد ہو گیا۔ آپ کی اولاد بھی آپ ہی کی طرح اس علاقے میں منصب قضا اور منصب ارشاد پر متمکن رہی۔ انہوں نے دین کی خدمت گزاری کو ہی اپنا شغل بنائے رکھا۔ یہ خاندان میرپور میں قاضی خاندان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاندان کے موجودہ سربراہ خواجہ محمد صادق صاحب کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد سلطان عالم لوگوں میں ہیچیال والے قاضی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔

تصنیف و تالیف

حضرت شیخ فتح اللہ صدیقی نہ صرف صاحب ولایت بزرگ تھے. بلکہ صاحب علم بھی تھے۔ تصوف، روحانیت اور اخلاقیات کے موضوع پر ان کی یادگار تصنیف "خزائن فتحیہ الاسرار" ہے۔ یہ کتاب آپ کی جانب سے خدمت دین اور اشاعت دین کی سرگرمیوں کا

ایک حصہ ہے۔ اس کا اصل نسخہ فارسی اور عربی زبان میں ہے جو حضرت قاضی فتح اللہ کے بڑے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور آپ کے موجودہ جانشین حضرت قبلہ خواجہ محمد صادق صاحب کی تحویل میں "درس شریف" اگھار کوٹلی میں موجود ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا محمد علیم الدین صاحب خطیب ۳۲ بلوچ رجمنٹ اوکاڑہ چھاؤنی نے دربار عالیہ سلطانیہ جہلم سے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب معرفت، طریقت، عبادت اور ذکر کے مسائل سے متعلق ہے، یا دوسرے لفظوں میں اس میں تصوف کے مختلف مضامین سے بحث کی گئی ہے۔ چیدہ چیدہ وظائف اور دعائیں بھی اس میں شامل ہیں۔ مترجم نے ابتدائی صفحات میں لکھا ہے کہ ترجمہ کا کام حضرت خواجہ محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کے ایما پر شروع کیا گیا اور آپ کی حوصلہ افزائی کی بدولت پایہ تکمیل کو پہنچا۔ مقدمہ کتاب ۱۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں حضرت شیخ فتح اللہ صدیقی کے علاوہ ان کے روحانی مرشد حضرت شیخ محمد حسن رہتاسی اور شطاری سلسلہ طریقت کے دیگر دو مشائخ کرام حضرت خواجہ محمد یعقوب اور حضرت شیخ سید مبارک کا ذکر بھی درج ہے۔ اول الذکر حضرت قاضی فتح اللہ کے شیخ الشیخ یعنی حضرت محمد حسن رہتاسی کے روحانی پیشوا تھے اور ثانی الذکر آپ کے استاد تھے جن سے بھیرہ کی دینی درسگاہ میں آپ نے تعلیم حاصل کی تھی اور ایک حد تک روحانی فیض بھی پایا تھا۔ دونوں کا شمار اپنے وقت کی نامور روحانی شخصیات میں ہوتا ہے۔

کتاب کے ماخذ کا ذکر مقدمہ کے اختتام پر صفحات ۱۲۱ تا ۱۴۱ پر ہے۔ ان میں پہلی کتاب اوراد غوثیہ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کی ہے۔ دوسری کتاب راحۃ الروح حضرت سید علاؤالدین کنتوری کی تصنیف شدہ ہے۔ تیسری کتاب حرزیمانی ہے۔ حضرت شیخ فتح اللہ کا خاندانی پس منظر مقدمہ کے صفحات ۲ تا ۱۷ پر ہے۔ ابتدائی حالات اور تحصیل علم کا ذکر صفحہ ۱۷ و ۱۸ پر اور سلوک و طریقت کا بیان صفحات ۱۹ تا ۳۹ پر ہے۔ وفات کے احوال صفحات ۴۰ تا ۵۱ پر ہیں۔ سلاسل طریقت کی تفصیل صفحہ ۵۲ تا ۵۸ پر ہے۔ سلسلہ شطاریہ کا تعارف صفحہ ۵۹ تا ۶۵ پر ہے۔ آپ کی اصلاحی مساعی اور ان کے اثرات صفحہ ۶۶ تا ۷۲ پر درج ہیں۔ سلسلہ اولاد کے بارے میں ذکر صفحات ۸۰ تا ۸۸ پر ہے۔ بقیہ کتاب کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور کتاب کا یہ حصہ ۵۸۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس طرح

مولانا محمد علیم الدین صاحب کی تیار کردہ کتاب کے دو حصے ہیں۔ ایک مقدمہ کتاب ۱۴۱ صفحات اور دوسرا اصل کتاب کا اردو ترجمہ ۵۸۵ صفحات۔

حسب و نسب

مقدمہ کتاب کے مطابق حضرت شیخ فتح اللہ صدیقی خاندانی اعتبار سے اصلاً قریشی ہیں۔ آپ حضرت قوام الدین رہتکی کی اولاد سے ہیں۔ جو سلطان غیاث الدین تغلق کے دور حکومت میں وارد ہندوستان ہوئے اور مشرقی پنجاب کے شہر رہتک میں سکونت اختیار کی۔ قاضی قوام الدین کا شجرہ نسب سترھویں پشت میں حضرت عبدالرحمان بن حضرت ابو بکر صدیق سے ملتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی اولاد میں ساتویں پشت میں حضرت احمد بن محمود یمن کے حاکم مقرر ہوئے۔ حکومت کا یہ سلسلہ چار پشتوں تک ان کی اولاد میں برقرار رہا۔ چوتھے جانشیں حضرت کمال الدین جو ایک بلند پایہ عالم دین اور محدث تھے، مسند حکومت کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ آگئے اور یہاں پچاس برس تک درس حدیث دیتے رہے۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی نے علم حدیث آپ ہی سے پڑھا۔ حضرت شیخ محمد غوثی اپنی کتاب گلزار ابرار کے صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین زکریا نے پانچ سال مدینہ منورہ میں بسر کئے۔ اس زمانے میں شیخ کمال الدین محمد یمنی وہاں موجود تھے۔ آپ نے حضرت کمال الدین محمد سے صحاح ستہ کی تصحیح کر کے سند حاصل کی اور ہر سال ان کی ہمراہی میں حج کو آتے تھے۔ بعد ازاں شیخ کمال الدین ایران کے صوبہ سیستان میں علاقہ ججنیر کے قاضی مقرر ہوئے۔ یہاں یہ عہدہ آپ کی پانچ پشتوں میں رہا۔ آپ کی چھٹی پشت اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سترھویں (۱۷) پشت سے حضرت شیخ قوام الدین نقل وطن کر کے وارد ہندوستان ہوئے اور رہتک میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں آپ کو سلطان غیاث الدین تغلق نے جاگیر عطا کی اور قاضی کا منصب تفویض کیا۔ آپ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کے بھی خلیفہ مجاز مقرر ہوئے۔ آپ کی اولاد بھی سلاطین دہلی اور بعد ازاں مغلیہ دور میں دینی اور دنیوی اعتبار سے ہمیشہ سرفراز رہی۔ انہوں نے سینکڑوں برس تک مشرقی پنجاب کے علاقہ ہریانہ میں تبلیغ

جامع الفردوس ۔ دربار شریف اگہار کوٹلی. آزاد کشمیر۔
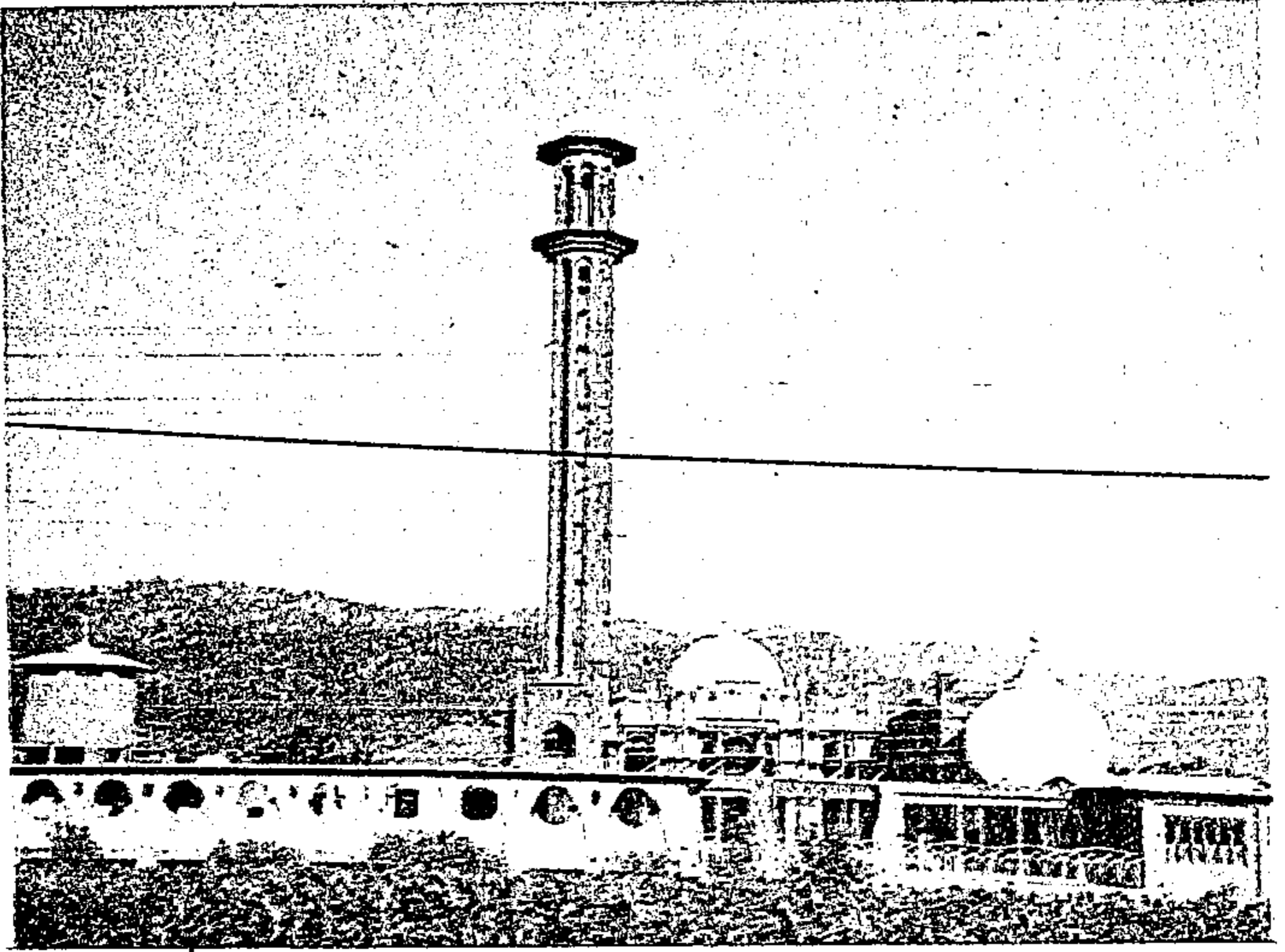
فاصلے سے لی گئی ایک مکمل تصویر

اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ مسلم دور حکومت میں اس علاقہ کے قاضی، میر عدل، محتسب، مفتی، متولی اور خطیب وغیرہ کے جلیل القدر عہدے اسی خاندان میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے رہے۔ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے رہتک سے اپنی سکونت آزاد کشمیر کے علاقہ میرپور میں منتقل کی اور ریاست جموں و کشمیر کے اس حصہ کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ آپ کی وفات شہنشاہ اورنگزیب کے عہد میں ۶ر اکتوبر ۱۶۷۷ء کو واقع ہوئی۔ آپ کو بمقام میرپور اپنی تعمیر کردہ مسجد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ جب منگلا ڈیم کی تعمیر کے نتیجہ میں حضرت قاضی فتح اللہ کا مزار جہلم کے کنارے پر ہونے کی وجہ سے زیر آب آ گیا تو قبلہ حضرت خواجہ محمد صادق صاحب نے آپ کا جسد خاکی میرپور سے اگہار کوٹلی منتقل کر کے درس شریف کے احاطہ میں دفن کیا۔ یہ واقعہ ۸ر فروری ۱۹۸۵ء کا ہے۔ یہاں آپ کا مزار حسب معمول مرجع خاص و عام ہے۔ تربت پر سنگ مرمر کا کتبہ نصب ہے جس پر آپ کی وفات اور جسد پاک کی منتقلی کی تاریخیں درج ہیں۔ قبر کے پہلو میں ایک الگ کتبے پر یہ شعر بجا طور پر لکھا ہوا نظر آتا ہے۔

دربار شہنشہی سے خوشتر
بندگان خدا کا آستانہ

سلسلہ طریقت = حضرت شیخ فتح اللہ صدیقی کا سلسلہ طریقت شطاری تھا۔ اس سلسلہ کو ایران میں عشقیہ، ترکی میں بسطامیہ اور پاک ہند میں شطاریہ کہا جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اس کے بانی حضرت عبداللہ شطاری علیہ الرحمتہ تھے۔ آپ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ نویں صدی ہجری میں ایران سے وارد ہندوستان ہوئے اور ۸۹۰ھ میں وفات پائی۔ (۵) حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری شطاری سلسلہ طریقت کے مشہور ترین مشائخ کرام میں سے ہیں۔ آپ کی ذات سے اس سلسلہ سلوک کو قبول عام حاصل ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے اپنی تصنیف انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں اس حقیقت کا اعتراف صفحہ ۱۶۵ پر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ (فارسی سے

۵- خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ صفحہ ۵۹، ۶۰

ترجمہ) (٦)

"اس ملک میں سلسلہ شطاریہ کو موجودہ شکل شیخ محمد غوث گوالیاری نے بخشی ہے۔
حضرت محمد غوث گوالیاری سے قبل شطاری سلسلہ طریقت کو کوئی شہرت حاصل نہیں تھی۔
ہندوستان میں سب سے پہلے اس طریقہ کو حضرت عبداللہ شطاری نے متعارف کرایا۔
شطاری سلسلہ طریقت کی ابتدا کرنے والے شیخ خدا قلی ماوراالنہری تھے۔"

حضرت شیخ محمد غوث علیہ الرحمتہ کے جانشینوں کے سبب سے یہ سلسلہ سرزمین حجاز مقدس، جزائر انڈونیشیا، جاوا، سماٹرا میں خوب پھیلا۔ عراق، ایران اور توران میں بھی اسے فروغ حاصل ہوا۔ حوالہ گلزار ابرار مصنفہ شیخ محمد غوثی، صفحہ ۲۸۵۔ فاضل مصنف نے آگے صفحہ ۲۸٦ پر شطاری سلسلہ کے نام کی توجیہہ کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ (٧)

"اس لقب کی خصوصیت منازل طریقت کے طے کرنے میں تیزروی کے اعتبار سے ہے۔ اس سلسلہ کے بعض اصحاب اور کچھ دوسرے لوگ لغت پر نظر کر کے مذکورہ بالا طریقہ سے جو اس لقب کی وجہ پیدا کرتے ہیں، یہ اقرب بہ صواب ہے۔"

فاضل مصنف اس تسمیہ کی دوسری توجیہہ صفحہ ۲۸٦ پر ہی یوں بیان کرتے ہیں۔ (٨)

"اس مشرب کے بعض اکابرین بھی فرماتے ہیں کہ جو اولیاء اللہ بار جسم سے سبکدوش ہو چکے ہیں، ان کی ارواح سے یہ گروہ فیض حاصل کرتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔
پس چونکہ یہ گروہ عالم مرکبات کو طے کر کے مجردات کے عالم میں سرعت کے ساتھ جاتا ہے، اس سبب سے اس گروہ کو شطار لقب دیا گیا ہے۔"

علاوہ ازیں حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری لکھتے ہیں۔ (٩)

"مشرب شطاریہ وہ مشرب ہے جو تمام مشارب سے اعلیٰ اور اعظم القدر ہے کہ

٦۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ صفحہ ٦٠، ٦١
٧۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحات ٦٢، ٦٣
٨۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ٦٣، ٦٤
٩۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ٦٤، ٦٥

بلا اس اصول کے اختیار کیے آدمی بارگاہ رب العزت میں باریاب نہیں ہو سکتا۔" (حوالہ جواہر خمسہ - اردو ترجمہ صفحہ ۳۴۴)۔

شطاری سلسلہ طریقت کے اصولوں اور ضوابط کے بارے میں حضرت شیخ بہاؤالدین شطاری (۸۲۱ھ - ۹۲۱ھ) رسالہ شطاریہ میں صفحہ ۱۴ پر بیان کرتے ہیں کہ اللہ تک پہنچنے کے تین طریقے مشہور ہیں۔ (۱۰)

طریق اول:۔ یہ طریقہ نیک لوگوں کا ہے اور وہ روزہ، نماز، حج اور جہاد وغیرہ کا ہے۔ اس طریقے پر عمل کرنے والے بہت مدت کے بعد اپنے مقصود کا تھوڑا سا حصہ پا لیتے ہیں۔

طریق ثانی:۔ مجاہدہ اور ریاضت کرنے والوں کا ہے جو اپنے اخلاق رذیلہ و ذمیمہ کو اچھے اخلاق اور تزکیہ قلب سے تبدیل کر لیتے ہیں اور یہ طریقہ پاکباز لوگوں کا ہے۔ اس طریق سے پہنچنے والے پہلے طریقہ والوں سے زیادہ ہیں۔

طریق ثالث:۔ اس طریقہ کو شطاریہ کہتے ہیں۔ اس طریقہ پر چلنے والے اپنے مقصود تک ابتدا ہی میں پہنچ جاتے ہیں، جبکہ دوسرے طریقوں پر چلنے والے اخیر میں پہنچتے ہیں۔ یہ طریقہ پہلے دونوں طریقوں کی نسبت اللہ تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

طریقہ شطاریہ کے دس معروف اصول حسب ذیل ہیں۔

۱۔ توبہ — یعنی تمام ماسوا اللہ سے علیحدہ اور جدا ہو جانا۔

۲۔ زہد — یعنی دنیا کی تمام خواہشات سے، خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ، کنارہ کش ہو جانا۔

۳۔ توکل — یعنی اسباب کو ترک کر دینا۔

۴۔ قناعت — یعنی تمام خواہشات نفسانیہ کو چھوڑ دینا۔

۱۰۔ تذکرہ حضرت شاہ عنایت قادری شطاری لاہور مرتبہ میاں اخلاق احمد ایم اے، ۳۳۳ - شاد باغ، لاہور صفحات ۶۳، ۶۴

۵۔ عزلت یعنی از ابتدا تا مرگ لوگوں سے جدا رہنا۔
۶۔ توجہ الی اللہ یعنی ماسوا اللہ سے تمام خواہشات کو ترک کرے۔ صرف خدا ہی کی ذات کو اپنا مطلوب و مقصود بنالیا جائے۔
۷۔ صبر یعنی مجاہدہ کے ذریعہ نفس کی تمام مسرتوں اور خواہشوں کو کچل دینا۔
۸۔ رضائے الٰہی یعنی اپنے تمام ارادوں کو ختم کر کے تازیست خدا کے احکام کی پیروی کرتے رہنا اور اپنی جملہ تدبیروں کو خدا کی تقدیر کے سپرد کر دینا۔
۹۔ ذکر یعنی اللہ کی یاد کے علاوہ سب کچھ پس پشت ڈال دینا۔
۱۰۔ مراقبہ یعنی اپنے وجود اور اپنی قوت کو ختم کر دینا، گویا کہ اپنے کو مردہ تصور کرنا۔

قاضی فتح اللہ صدیقی اسی سلسلہ شطاریہ کے بلند پایہ بزرگ اور انتہائی موثر دینی شخصیت تھے، جنہوں نے اپنی جہد مسلسل سے میرپور کے پورے علاقہ میں اسلامی قدروں کا احیاء عمل میں لایا اور معاشرے میں اخلاقی اور روحانی انقلاب برپا کیا جس کے اثرات آج بھی بخوبی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ ان کے اہل خاندان کی موجودہ اسلامی تحریک اسی ماضی سے پیوستہ ہوتے ہوئے ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔

معاشرتی اصلاح کی کوششیں

حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی نے جب اپنے روحانی مرشد شیخ محمد حسن رہتاسی کی ہدایت پر میرپور میں مستقل سکونت اختیار کی، تو اس وقت اس علاقہ میں مغل حکمرانوں کے زیر سایہ گکھڑ خاندان کے کچھ امرا برسر اقتدار تھے۔ ان میں فتح محمد گکھڑ کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔ جو مغل حکومت کے ایک جاگیردار تھے اور سلطان کے لقب سے نوازے گئے تھے۔ آپ سے قرابت داری کے باعث متقی، پرہیزگار اور غربا و مساکین کے مددگار بن گئے۔ اس کا یہ بھی اثر ہوا کہ سلطان فتح محمد گکھڑ کے حقیقی بھائی سلطان میرا خان جو اس وقت مغلیہ حکومت کی جانب سے علاقہ میرپور کے حکمران تھے، آپ کے زیر اثر آگئے اور آپ کی پاکیزہ

صحبت سے فیض یاب ہونے کے نتیجہ میں انصاف پسند اور پارسا حکمران بن گئے۔ (۱۱)
حضرت قاضی فتح اللہ کی اصلاحی کوششوں کا اثر اگر حکمرانوں پر پڑا تو ظاہر ہے کہ اس عربی مقولہ "الناس علی دین ملوکھم" یعنی عوام الناس اپنے حکمرانوں کے دین پر چلتے ہیں، کے مصداق میرپور کے عوام نے بھی اس کا مثبت اثر قبول کیا۔ چنانچہ آپ کے میرپور میں قیام پذیر ہونے کے سبب معاشرے سے اخلاقی اور سماجی برائیاں دور ہو گئیں۔

کتاب کے ماخذ اور اس کی تالیف

حضرت شیخ فتح اللہ علیہ الرحمتہ نے اپنی تالیف "خزائن فتحیہ الاسرار" کے مضامین و مطالب کو اپنے سلسلہ طریقت کے سلوک اور دستور العمل کے مطابق درج ذیل تین کتب سے انتخاب فرمایا ہے۔

۱۔ غوثیہ (اوراد غوثیہ) تالیف حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری
۲۔ راحتہ الروح تالیف حضرت سید علاؤالدین کنتوری
۳۔ حرز یمانی

غوثیہ کے بارے میں حضرت مولف (قاضی فتح اللہ) رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے "یہ (کتاب) سلوک کی بنا، سالکین کی ضیاء، طالبوں کے لئے ہدایت اور موحدین کے لئے بحر توحید ہے۔" (۱۲) آپ نے اپنی تصنیف میں اس کا نام "غوثیہ" لکھا۔ کتاب کے مطبوعہ نسخے پر جو ۱۱۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا نام اوراد غوثیہ لکھا ہے۔ لیکن شیخ محمد غوث شطاری نے اپنی کتاب کا نام اوراد غوث الاولیاء تحریر کیا ہے۔

راحتہ الروح کے متعلق اس کے مولف سید علاؤالدین کنتوری کے یہ الفاظ کتاب "خزائن فتحیہ الاسرار" میں درج ہیں: "علوم اربعہ، جو کہ حضرات اولیاء سے مختص ہیں" اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ (۱۳) خزائن میں ان علوم کے نام، "سیمیا، ریمیا، ہیمیا

۱۱۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ، صفحہ ۷۰، ۷۱
۱۲۔ ــــــ ایضاً ــــــ صفحہ ۱۲۲
۱۳۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ صفحہ ۱۲۳

اور کیمیا بتائے گئے ہیں۔ یہ رسالہ بہت کمیاب تھا۔ چنانچہ حضرت مولف (قاضی فتح اللہ) کا ارشاد ہے، "رسالہ مسطورہ اہل ظاہر کی نظروں کے سامنے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ان امانتوں کے پوشیدہ رکھنے پر جاری ہے۔

حرز یمانی، ایک دعا ہے، جس کے بارے میں عام خیال ہے کہ یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کے سفر پر روانہ ہونے کے وقت تعلیم فرمائی تھی۔ حضرت مؤلف (قاضی فتح اللہ) نے اس کے بارے میں فرمایا "یہ تمام حوائج دنیوی و اخروی کی جامع ہے۔" مرور زمانہ کے باعث حرز کا متن افراط و تفریط کا شکار ہو چکا ہے۔ (۱۴)

کتاب کی وجہ تالیف

ان تینوں امانتوں کو حضرت شیخ فتح اللہ کے سوا کوئی اور شخص حضرت شیخ محمد حسن رہتاسی سے حاصل نہ کر سکا۔ جب یہ امانتیں حضرت شیخ فتح اللہ کی تحویل میں آئیں تو آپ کو ان کے مندرجات کا جامع خلاصہ مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

"جب یہ اتقیار خصت ہو گئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی عنقریب رحلت کرنے والا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ ان تینوں کتابوں کے علوم کا انتخاب کر کے ایک مختصر جامع کتاب تحریر کروں۔" (۱۵)

آپ کو یہ خیال بھی آیا کہ لوگ کم ہمتی کے باعث عبارات کی الجھنوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا انہیں دور کر کے نفس مضمون کو عام فہم زبان میں تحریر کیا جائے۔ اس کے علاوہ اضافی باتوں کو بھی ختم کر کے صرف متعلقہ مطالب کو بیان کیا جائے۔ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"جو عبارتیں تاویل طلب ہیں اور ظاہر بین کم ہمتی کے باعث ان کو سمجھنے سے قاصر

۱۴۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۱۲۴

۱۵۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱

ہیں، ان کو بغیر تاویل کے لکھا جائے. اور وہ عبارتیں جن میں خوارق عادات کا ذکر ہے ان کو موقوف کر دیا جائے۔ نیز وہ چیز جو محبت الٰہی اور مجاہدہ کے لئے چاہئے اسے درج کیا جائے۔ (۱۶)

لیکن آپ کی اس خواہش کے مقابلے میں ایک امر تحریر کتاب میں مانع تھا اور وہ حضرت شیخ علاؤالدین کنتوری کا ارشاد تھا. جو راحتہ الروح میں درج تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"سید علاؤالدین کنتوری نے تاکید فرمائی کہ اسرار میں سے کوئی سر اگر تونے عوام پر ظاہر کر دیا تو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی خوشودی تجھ پر نہ ہو گی۔ جو اس رسالہ کو اغیار پر ظاہر کرے گا۔ یا اسمائے اعظم میں سے کوئی اسم کسی نااہل کو سکھائے گا، دل پر طمانچہ کھائے گا اور دل کے طمانچہ سے اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ (۱۷)

اب صورت حال یہ تھی کہ آپ کا دل تالیف کتاب پر مائل تھا اور سید کنتوری علیہ الرحمتہ کا ارشاد مانع تھا۔ چنانچہ ایک عرصہ تک تحریر کتاب میں تردد میں مبتلا رہے۔ بالاخر واضح طور پر دل میں قوت پیدا ہوئی۔ اور کتاب لکھنے کے کام پر پختہ ارادے سے متوجہ ہوئے۔ اس طرح تردد کے مختلف مراحل سے گزر کر یہ کتاب مرتب ہوئی۔ اس میں مؤلف علیہ الرحمتہ (حضرت قاضی فتح اللہ) نے اوراد غوثیہ. راحتہ الروح اور حرز یمانیہ کے زوائد اور اغلاط کو ختم کر کے اسے واضح اور عام فہم عبارت میں تحریر فرمایا۔ اس کتاب کی تالیف حضرت مؤلف علیہ الرحمتہ کی کبر سنی کے زمانہ میں ہوئی۔ کتاب کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"اگرچہ یہ علوم سند استاد کے بغیر قطعاً حاصل نہیں ہو سکتے. کیونکہ عقل عاجز اور تصرف قاصر ہے۔ تاہم اس ضعیف نے ہر چیز کو اپنے محل پر ذکر کیا ہے۔ اور طالب کے نصیب کو خدا کے سپرد کر دیا ہے۔"

کتاب کی صرفی و نحوی غلطیوں کے بارے میں اظہار معذرت کرتے ہوئے فرماتے

۱۶۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ صفحہ ۱۳۲

۱۷۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴

ہیں:

"میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ اس مختصر سی عربی عبارات میں ترکیب نحوی اور ربط عبارت کے اندر اور فارسی عبارات میں سلاست کے سقم فضلائے عصر ظاہر کریں گے۔ اور اکثر بزرگ جو عیب پوش ہیں اور بھید اور عیب کا چھپانا ان کی فطرت عالیہ میں ہے، یقین جانیں گے کہ انسان خطا اور نسیان سے مرکب ہے، وہ عیب پوشی فرمائیں گے۔ نیز عاقل کا مقصود کلام کا معنی ہے، نہ کہ کلام۔"

کتاب کا معلوم واحد نسخہ آپ کے خلف اکبر حضرت قاضی محمد معصوم کا نہایت خوش خط میں تحریر کردہ ہے۔ تالیف کتاب کے ذکر کے اختتام پر حضرت مؤلف قاضی فتح اللہ نے قارئین کرام سے یہ فرمائش کی ہے:

"ہر صاحب دل جس کا ان علوم میں سے حصہ ہو. اس مختصر کے جامع کو سورہ فاتحہ اور تین بار سورہ اخلاص پڑھنے سے یاد کرلے۔

کتاب کا تعارف

حضرت فتح اللہ صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب خزائن فتحیہ الاسرار کا اس وقت صرف ایک ہی غیر مطبوعہ نسخہ دستیاب ہے۔ یہ فارسی اور عربی زبان میں ہے اور ۲۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل نسخہ درس شریف اگھار، کوٹلی میں محفوظ ہے اور خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی مجددی کی تحویل میں ہے۔ کتاب کا تعارف ایک تو مولانا محمد علیم الدین صاحب کے اردو ترجمے کی وساطت سے ہو چکا ہے۔ ترجمہ شدہ کتاب کا بھی اب تک صرف ایک ہی نسخہ خانقاہ درس شریف، میں موجود ہے۔ نیز اس کا ذکر حکومت پاکستان کی بعض سرکاری مطبوعات میں بھی آیا ہے۔ مثلاً قومی ہجرہ کونسل، اسلام آباد، کے شائع کردہ جریدہ کتاب دوست، کے شمارہ ۱ (۱۴۰۶ھ) میں حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی کی اس کتاب کے بارے میں درج ذیل معلومات پیش کی گئی ہیں: (۱۸)

"خزائن فتحیہ الاسرار (نثر۔ عرفان) یہ کتاب حضرت خواجہ قاضی فتح اللہ

۱۸۔ ("کتاب دوست" شمارہ۔ ۱ کنز الاثار صدیقی، مرتبہ قومی ہجرہ کونسل، اسلام آباد، پاکستان، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء، باب سوم صفحہ ۱۴۔ (بہ شکریہ لائبریری درست شریف))

صدیقی رہتکی ثم میرپوری (م ۱۰۸۸ھ) کی تالیف ہے جو زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدین صدیقی رہتکی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ شیخ محمد حسن رہتاسی کے خلیفہ اور علاقہ میرپور کے قاضی القضاۃ تھے۔ آپ میرپور اور کوٹلی میں مقیم صدیقی خاندان کے جداعلیٰ ہیں۔ آپ کی اولاد میں سے حضرت خواجہ محمد صادق صدیقی نقشبندی آزاد کشمیر کے معروف بزرگ ہیں، جن کی مساعی جمیلہ سے متعدد شاندار مساجد اور درسگاہیں تعمیر ہوئی ہیں۔

"مؤلف نے اس کتاب میں سلوک کے دستور العمل کو بیان کیا ہے اور انہوں نے اوراد غوثیہ مؤلفہ شیخ محمد غوث گوالیاری اور راحۃ الروح مولفہ علاؤالدین کنتوری سے بھی استفادہ کیا ہے۔"

"کتاب کا آغاز خطبۂ الکتاب سے ہوتا ہے اور اس کے بعد آخر تک مندرجہ ذیل مضامین مربوط ہوتے چلے گئے ہیں۔

"عارف کی تعریف، اوصاف شیخ، منازل سلوک اور اوراد غوثیہ، راحۃ الروح، مذاہب متصوفین، اسمائے الٰہی، اذکار، اوراد، اشغال، آداب وضو، صلوۃ ہا مختلفہ، صوم، فضائل عاشورہ، تجہیز و تکفین، مراقبہ، مشاہدہ، مجاہدہ، معرفت علوم اربعہ، عملیات و وظائف، حرزیمانیہ، جابجا ضمناً اپنے اور اپنے اساتذہ و شیوخ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔"

ترجمہ کتاب اور مضامین کی تفصیل

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ترجمہ حضرت قاضی فتح اللہ کے موجودہ جانشین حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی مجددی کی تحریک پر جناب مولانا محمد علیم الدین خطیب ۳۲ بلوچ رجمنٹ، اوکاڑہ چھاؤنی نے کیا ہے۔ مترجم نے کتاب کے آغاز میں اس بات کا برملا اظہار کیا ہے کہ ترجمہ کا کام قبلہ خواجہ محمد صادق صاحب کے ارشاد پر شروع کیا گیا اور اس کی تکمیل آپ کی حوصلہ افزائی اور کرامت کا ثمر ہے۔ جن بزرگوں کے حالات کتاب کے مقدمہ میں بیان کئے گئے ہیں، ان کے ماخذ کا باقاعدہ حوالہ دیا گیا ہے۔ ان حالات کا بڑا ماخذ یہی کتاب ہے۔ ان حضرات میں جناب قاضی فتح اللہ صدیقی، ان کے روحانی مرشد شیخ محمد حسن رہتاسی

اور مصنف کے دو ہم مشرب شیوخ خواجہ محمد یعقوب اور شیخ سید مبارک شامل ہیں۔ مقدمہ میں کتاب ''خزائن فتحیۃ الاسرار'' کے ماخذ یعنی اوراد غوثیہ مصنفہ شیخ محمد غوث گوالیاری، راحتہ الروح مصنفہ سید علاؤالدین کنتوری اور حرزیمانی کا ذکر بھی درج ہے۔

مقدمہ کے علاوہ اصل کتاب کا ترجمہ ۳۹۳ عنوانات کے تحت ۵۸۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ چیدہ چیدہ عنوانات کی تفصیل فہرست مضامین کے مطابق درج ذیل ہے۔

۱۔ خطبۃ الکتاب (ص ۲)۔ ۲۔ عارف کی تعریف (ص۲)، ۳۔ زاہد آخرت کے بادشاہ (ص۲)، ۴۔ حصول معرفت کے دو اصول (ص۵)، ۵۔ صفات شیخ (ص۵)، ۶۔ سلوک کا اجمالی بیان (ص۶)۔ ۷۔ شرائط سلوک (ص۷)، ۸۔ علوم اربعہ (ص۷)، ۹۔ فوائد حرزیمانیہ (ص۸)۔ ۱۱۔ چار چلے (ص۱۱)، ۱۲۔ کتاب غوثیہ کی تعریف (ص۱۲)، ۱۳۔ نماز پنجگانہ با جماعت (ص۱۲)، ۱۴۔ اتباع سنت (ص۱۳)، ۱۵۔ ضرورت شیخ (ص۱۵)۔ ۱۷۔ نصائح (صفحات ۱۵، ۱۸، ۲۰)، ۲۳۔ نصائح کا خلاصہ (ص۳۱)، ۲۴۔ صوفیا کے بارہ مذاہب (صفحات ۲۲۔ ۳۱)، ۴۴۔ سالک کے لئے دو نکات (ص۳۷)، ۴۵۔ سلوک کے نو درجے (ص ۳۸)، ۴۶۔ الدرجتہ الاولی فی الاوراد (ص ۳۸)۔ ۴۷۔ نماز فجر اور اس کے اوراد (ص۔ ۳۹)، ۵۰۔ کشف قلوب کے لئے اسم اعظم (ص۴۴)۔ ۵۱۔ دعاالاستجابہ (ص۔ ۵۶)، ۵۲۔ الدرجتہ الثانیہ (فی الوضو و النوافل) (ص۵۸)، ۵۳۔ وضو کے آداب (ص۵۹)، ۵۷۔ نماز اشراق (صفحات ۶۰۔ ۶۱)۔ ۵۸۔ سورۃ الاخلاص ثلث قرآن کے برابر (ص۶۱)۔ ۶۰۔ نماز استخارہ (ص۶۳)۔ ۶۲۔ چار نمازوں کی اہمیت۔ صلوۃ القلب، صلوۃ العاشقین، صلوۃ المشاہدہ، صلوۃ المعکوس (ص۶۵)، ۷۴۔ یوم عاشورہ (صفحات ۸۰، ۸۸) ۸۱۔ صلح اعداء۔ دعا اور نماز (صفحات ۸۸۔ ۹۴)، ۸۸۔ دعا برائے امان از مرگ (ص ۹۴) ۸۹۔ دعا برائے امن از تکالیف (ص۹۵)، ۹۰۔ چار رکعت نماز یوم عاشورہ (ایصال حسنین) (صفحات ۹۸۔ ۱۰۰)، ۹۵۔ دو رکعت برائے حفظ الایمان (ص ۱۰۱)، ۹۶۔ روز عاشور کی فضیلت (صفحات ۱۰۳، ۱۰۸۔ ۱۲۵)، ۹۷۔ شب عاشور کے فضائل (ص۱۰۴)۔ ۱۲۰۔ اوقات کو اطاعت اور ذکر سے معمور رکھنا (صفحات ۱۲۶۔ ۱۲۷)۔ ۱۲۱۔ میت کے غسل اور جنازہ کے مسائل (صفحات ۱۲۷۔ ۱۶۸)۔

۳۱۲۔ ۳۱۳)، ۳۳۴۔ سورہ فاتحہ کا عمل (ص ۳۱۳)، ۳۳۷۔ سورہ حشر کی آیت کا عمل (ص ۳۱۷)، ۳۳۹۔ صوم قسم کے فوائد و آداب (ص ۳۱۹)، ۳۴۰۔ سورہ فاتحہ۔ قسم اعظم (ص ۳۲۰۔ ۳۴۲)، ۳۵٦۔ ذکر کے اقسام ثلاثۃ (ص ۳۵۰)، ۳۵۹۔ حرزیمانیہ کی تعریف۔ وظیفہ افضل المناجات (صفحات ۳۵۱۔ ۳۸۷)، ۳۷۹۔ نمازیں برائے حوائج و دفع خطرات (صفحات ۴۸۳)، ۳۹۳۔ احوال مصنف۔ دعا روز عاشورہ (صفحات ۴۹۴۔ ۵۸۹)

خزائن سے اقتباسات

جیسا کہ اوپر بیان کئے گئے مضامین کی تفصیل سے ظاہر ہے کہ یہ مضامین تعداد میں بہت ہیں۔ اس کے علاوہ تصوف کے رموز و اسرار سے عام لوگ واقف بھی نہیں ہوتے۔ لہٰذا ہم یہاں کتاب کے ایسے چیدہ چیدہ مضامین کا ذکر کریں گے جو عام فہم خیال کئے جا سکتے ہیں اور جن پر عمل کرنا آسان ہے۔

خطبہ کتاب کا آغاز صفحات ۱، ۲ پر ان الفاظ سے کیا گیا ہے۔

تیری ہم تعریف کرتے ہیں اے وہ (عظیم پروردگار) جس نے قلوب عارفین کو اپنی بقا کے شوق سے منور فرمایا اور ان کے دل اور ضمیر اپنے طول بقا سے روشن کئے۔"

کتاب کے صفحہ ۲ پر عارف کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"عارف وہ ہے جو قول و عمل اور اعتقاد سے اپنے رب کو وحدانیت کے ساتھ جانے یعنی وہ بےچون، بےچگون، بےشبہ، بےنمونہ اور شش جہات سے خالی ہے۔ اس کو بلا مکان جانے اور عارف کامل وہ ہستی ہے۔ جو کثیر تزکیہ و تصفیہ کے ساتھ منازل سفلی سے عالم علوی کے درجات تک رسائی حاصل کرے اور سند سلوک کے ساتھ علم حاصل کر کے اپنے رب کی یقینی معرفت حاصل کرے" (بعض مشائخ نے فرمایا زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں) اس نعمت کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ (۱۹) اس کے علاوہ حصول

۱۹۔ مشکوۃ جلد اول، کتاب العلم، ابن ماجہ بروایت حضرت انس (بشکریہ لائبریری درس شریف)

معرفت کے سلسلہ میں قرآن کریم کی درج ذیل آیات کے مطالب و معانی قابل غور ہیں۔

واذکروا اللہ فی ایام معدودات "اللہ کی یاد کرو گنتی کے دنوں میں" (۲۰)

گناہوں اور معاصی سے بچو۔ رات دن علانیہ اور پوشیدہ اس کی تسبیح کرو۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو عذاب نار سے بچالو۔

وابتغوا الیہ الوسیلہ "اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔" (۲۱)

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ حصول معرفت کے دو رکن ہیں۔

(۱) مجاہدہ یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع کرنے کی ریاضت نماز، ذکر اور روزہ کے ذریعے سے۔

(۲) استاد یعنی ایسے شخص کی رہنمائی حاصل ہونا جو اسرار و خفیات کے علوم کا واقف ہو اور خطرات رحمانیہ، روحانیہ، نفسانیہ و شیطانیہ میں فرق کر سکے۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ منازل سفلی نفس سے متعلق ہیں، جبکہ عالم علوی کے منازل کا تعلق روح سے ہے۔ منازل عالم علوی اور بلند تر منازل عالم سفلی کا حصول سند سلوک اور درجات سلوک کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ درجات سلوک سے مراد وہ درجات ہیں۔ جن کو سالک طے کر کے واصل باللہ ہوتا ہے۔ یعنی ایک مبتدی کے لئے لازم و ملزوم اذکار و اشغال سے لے کر سالک منتہی سے تعلق رکھنے والے تصورات اور مراقبہ کے درجات کی انتہا تک تمام درجات سلوک کو طے کرنا روحانیت کی بلند سے بلند تر منازل تک پہنچنے کے لئے ناگزیر ہے۔ منازل سلوک کی یہ تمام تفصیلات شیخ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمتہ کی کتب غوثیہ اور جواہر خمسہ میں مذکور ہیں۔

۲۰۔ القرآن = ۲ = ۲۰۳

۲۱۔ القرآن = ۵ = ۳۵

علوم اربعہ یعنی علم کیمیا، ریمیا، سیمیا اور ہیمیا قدیمہ اور تمام اسمائے سری و عظمتی سید علاؤالدین کنتوری کے تصنیف شدہ رسالہ راحتہ الروح میں ہیں۔ ان کے نتائج حلال رزق کی طلب اور چلوں کے ساتھ مجاہدہ کرنے کے بعد اسم کریم کے مالک استاد کی رہنمائی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ (۲۲)

حضرت شیخ کے فرمودات

نماز پنجگانہ با جماعت کی اہمیت = ۔ اس ضمن میں حضرت شیخ فتح اللہ صدیقی اپنی کتاب خزائن میں فرماتے ہیں۔ (۲۳) اے خداوند کریم کے طالب! جب تجھ پر اپنے پروردگار کی طلب غالب آئے تو نماز پنجگانہ مساجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لے، کیونکہ یہ جناب رسول کریم کی پیروی کے سلسلہ میں پہلا قدم ہے۔

— یہ بھی جان کہ علم کی طلب ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے۔

— اپنے دشمن کی مکاریوں پر مطلع رہ۔ تیرا دشمن تیرا نفس ہے۔ نفس سے جنگ کر اور ریاضت و محنت سے اسے ہلاک کر۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب ارشاد فرمایا۔

ونھی النفس عن الھوی○ فان الجنہ ھی الماوی○

جس کسی نے نفس کو خواہش سے روکا اس کا یقیناً جنت میں ٹھکانا ہے۔ (۲۴)

اپنے آپ کو جاہلوں کی صحبت سے بچا۔

کوشش کر کہ تیری تمام عادات سنت نبویہ کے مطابق ہوں۔

ضرورت شیخ کے بارے میں حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی فرماتے ہیں۔

"توحید ذہن کے تخیل اور کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے

۲۲۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ صفحہ ۷، ۸

۲۳۔ ـــــ ایضاً ـــــ صفحہ ۱۲

۲۴۔ القرآن = ۷۹ = ۴۰، ۴۱

کہ لوگ الحاد میں پڑ جاتے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث میں وارد ہے۔ "

من عرف التوحید بلا استاذ' مات زندیقا

جس شخص نے توحید کی معرفت بغیر استاد کے حاصل کی، زندیق ہو کر مرا۔ (۲۵)

نصائح مؤلف کتاب حضرت فتح اللہ صدیقی جادہ سلوک کو اپنانے والے شخص سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

اے مولی کے طلبگار۔ تو اپنے دل کو دنیا کی محبت سے پاک کر، کیونکہ یہ ہر عبادت کا سر ہے۔ تمام مخلوق کو چھوڑ کر اللہ کی طرف بھاگ۔ اپنی روح کو تمام کثافتوں سے پاک کر۔ جس طرح نماز بغیر طہارت بدن کے جائز نہیں، اسی طرح رجوع الی اللہ بغیر طہارت روح و قلب کے جائز نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں فرمایا۔

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرینo

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور پاک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ (۲۶)

اپنے آپ کو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچا۔
غیر اللہ کی طرف توجہ نہ کر، کیونکہ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔
اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا زبانی، عملی، پوشیدہ، اعلانیہ، اول، آخر، اعتقاد کر، جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیرo

اس کی مانند کوئی نہیں اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ (۲۷)

۲۵۔

۲۶۔ القرآن = ۲ = ۲۲۲

۲۷۔ القرآن = ۴۲ = ۱۱

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اگر تو کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے تو گناہوں کی معافی کا یقین رکھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قل یا عبادیی الذین اسرفوا علی انفسم لا تقنطوا من رحمة اللّٰه ان اللّٰه یغفر الذنوب جمعیا

(اے پیغمبر) فرما دیجئے کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرمائے گا۔ (۲۸)

علم حقائق کا مطالعہ کر۔

ذکر و فکر کی کثرت کو اپنا۔

جو حکم تجھے استاد دے، اس پر عمل کر۔

اکثر لوگ اپنے مونہوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ میں قول بلا عمل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

جو چیز اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی معرفت سے روکے، اس سے بچ کر رہ، کیونکہ یہ حرام ہے۔

کشف و کرامت سے منہ موڑ لے۔ جب تک تو کشف و کرامت کی طلب میں رہے گا، لوگ اطاعت میں مشغول رہیں گے اور نتیجۃً تو خداوند کریم کے حضور شرمندہ ہو گا۔

شہرت آفت ہے اور گمنامی راحت۔

ان تمام نصیحتوں کا حاصل یہ ہے کہ تصوف دل سے غیر حق کو صاف کرنے اور بدن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے سیدھا رکھنے کا نام ہے۔

صوفیا کے مختلف مذاہب

حضرت شیخ فتح اللہ صدیقی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ صوفیا صرف اسی صورت میں خدا

۲۸۔ القرآن = ۳۹ = ۵۳

کے ہاں قابل عزت ہو سکتے ہیں جب ان کے اقوال و افعال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تابع ہوں۔ اس زمانہ میں وہ بارہ مذاہب میں تقسیم ہو چکے ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔ (۲۹)

۱۔ سنیہ:۔ ان سب میں یہی فرقہ یعنی سنیہ، ہدایت یافتہ ہے، اس لئے کہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ باقی گیارہ فرقے گمراہی کے سمندر میں گرے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ان کے غلط عقائد سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲۔ حبیبیہ:۔ فرقہ حبیبیہ کا عقیدہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی محبت سے واصل ہو جاتا ہے تو ماسوا اللہ سے الگ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ اس سے نماز. روزے وغیرہ ہمہ فرائض و واجبات کی تکلیف اٹھا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء اس پر حلال ہو جاتی ہیں۔ یہ سراسر کفر ہے۔

۳۔ اولیائیہ۔ فرقہ اولیائیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب بندہ درجہ ولایت تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے امر و نہی کا خطاب اٹھ جاتا ہے۔ ولی نبی کی مانند ہوتا ہے۔ بلکہ ولی افضل ہوتا ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے عقیدے اور عمل سے اپنی پناہ میں رکھے۔

۴۔ شمراخیہ:۔ فرقہ شمراخیہ کا کہنا ہے کہ رقص، سماع، طبل کی آواز وغیرہ جائز ہیں۔ وہ اجنبی عورتوں کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ گلاب کے پھول ہیں اور گلاب کے پھول کی خوشبو حلال ہے۔ زمین پر وہ صالحین کی شکل میں پھرتے ہیں، حالانکہ وہ مفسد ہوتے ہیں۔

۵۔ اباحیہ:۔ فرقہ اباحیہ کے لوگ کہتے ہیں ہمیں (دوسرے لوگوں کی) مصیبتوں کو روکنے کا اختیار ہے۔ لوگوں کے مال اور اجنبی عورتوں کے فرج ہم پر حلال ہیں اور روکنا کفر ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حیثیت اپنی جگہ برقرار ہے۔ لیکن ہم اپنی ذات کی حد تک اس طرح کی اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہیں۔ کتنا گمراہ کن تصور ہے۔

۶۔ حالیہ:۔ فرقہ حالیہ سے تعلق رکھنے والے لوگ سماع اور غنا پر وجد کرتے ہیں اور اعضا کو حرکت دیتے ہیں۔ ان کے پیروکار کہتے ہیں کہ ہمارا شیخ صاحب حال ہے، یعنی وہ

۲۹۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ صفحہ ۳۱،۲۲

انسانوں کو پہنچ سکنے والی بھلائی یا برائی پر قدرت رکھتا ہے، یا مجذوب ہے اور فنافی اللہ کے درجے پر پہنچ چکا ہے۔ یہ سب بدعت اور گمراہی ہے اور جناب رسالت مآبؐ کی سنت کے سراسر خلاف ہے۔

۷۔ حلولیہ:۔ حلولیہ فرقہ والوں کا اعتقاد ہے کہ خوبصورت، قریب البلوغ لوگوں اور اجنبی عورتوں کو دیکھنا حلال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں سے صنعت ہے جو اس نے ہم پر بوسہ زنی اور بغل گیری کے لئے نازل کی ہے۔اِس سے ہمیں راحت حاصل ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی زیادتی کی جانب پہنچاتی ہے۔

۸۔ حوریہ:۔ فرقہ حوریہ کے لوگ، حالیہ، والوں کی طرح اپنے آپ کو صاحب حال، صاحب ولایت اور صاحب قدرت بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جنت کی حورین آتی ہیں اور ہم ان سے جماع کرتے ہیں۔ اس طرح کے خیالی جماع کے بعد وہ غسل جنابت کرتے ہیں۔

۹۔ واقفیہ:۔ فرقہ واقفیہ والے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت بندوں کو حاصل نہیں ہو سکتی اور بندہ اس کی معرفت سے عاجز ہے۔ اس سلسلے میں وہ یہ شعر پڑھتے ہیں۔

ترا تو دانی و ہر گز ترا نہ داند کس
ترا نہ داند ہر کس، ترا تو دانی و بس

ترجمہ:۔ تجھے تو ہی جانتا ہے۔ تجھے کوئی اور ہر گز نہیں جانتا۔
تجھے ہر کوئی نہیں جانتا، تجھے تو ہی جانتا ہے اور بس۔ یہ گمراہی ہے اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

۱۰۔ متکاسلیہ:۔ فرقہ متکاسلیہ نے کسب اور طاعت کو ترک کر دیا ہے اور انہوں نے اپنا سامان معیشت سوال کو بنا لیا ہے۔ یہ بھی گمراہی ہے اور رسول اللہؐ کی سنت کے خلاف ہے۔

۱۱۔ متجاہلیہ:۔ فرقہ متجاہلیہ کے لوگ فاسقوں کا سا لباس پہنتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا مطلب ریا کو دور کرنا ہے۔ یہ بھی ترک سنت ہے کیونکہ صلحاء کا لباس پہننا سنت موکدہ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لباس مجاز پہننے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

من تشبہ بقوم فھو منھم

ترجمہ:۔ ”جس نے کسی قوم سے مشابہت کی، وہ ان سے ہوا۔“ (۳۰)

۱۲۔ الھامیہ:۔ فرقہ الھامیہ اہل قرامطہ سے ایک گروہ ہے وہ قرآن مجید اور علوم دینیہ پڑھنے کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اس کے برعکس وہ فلسفیوں اور بدعتوں کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو سنت نبوی ؐ کی متابعت سے موڑ رکھا ہے اور رسوم ممنوعہ کو اپنا طریق بنا رکھا ہے۔

چنانچہ سنی فرقہ کے علاوہ صوفیا کے دیگر تمام گروہ باطل اور گمراہ ہیں۔ سنی فرقہ کے لوگوں نے اطاعت رسول ؐ کو اپنا شعار بنا کر ہدایت پائی ہے۔ وہ اپنے دینی فرائض جن میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی شامل ہے، بخوبی ادا کرتے ہیں۔ رقص، سماع اور حسینوں کی جانب دیکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ فاسق و فاجر لوگوں سے دور بھاگتے ہیں۔ مخلوق میں عام لوگوں کی طرح رہتے ہیں۔ جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کن فی الناس کاحد من الناس

ترجمہ:۔ لوگوں میں عام لوگوں کی طرح رہو۔ (۳۱)

یہ لوگ صحابہ اور تابعین کے طریق کار کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں انہی کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرہ واجر عظیمO

ترجمہ:۔ ”یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے امتحان لیا ہے۔ ان کے مقدر میں بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“ (۳۲)

۳۰۔ احمد۔ ابو داؤد جلد دوم صفحہ ۲۵۳ بروایت حضرت عبداللہ ابن عمرو مشکوۃ صفحہ ۵، ۳ (بہ شکریہ لائبریری درس شریف)

۳۱۔

۳۲۔ القرآن = ۴۹ = ۲

چنانچہ اس ضمن میں حضرت شیخ فتح اللہ صدیقی سالک سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:-

"جب تصوف کے احوال تو نے جان لئے، تو ان بدعتی فرقوں سے پرہیز کر اور ان کی اہانت میں پوری کوشش کر، تاکہ اللہ تعالیٰ تجھے اجر عظیم عطا فرمائے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

من اھان صاحب بدعۃ امنہ اللہ تعالی من الفزع الاکبر

ترجمہ:- جس نے بدعتی کی اہانت کی، اللہ تعالیٰ اسے بڑے خوف سے مامون فرمائے گا۔ (۴۳)

آپ مزید فرماتے ہیں:-

"سالک مبتدی ورد، نفل اور روزے سے ابتدا کرے۔ ورد ہر گز ترک نہ کرے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو گیا، تو ان لوگوں سے آزاد ہو گیا، جن کے حق میں وارد ہے۔

افرایت من اتخذ الھہ ھواہ

ترجمہ:- "کیا تو نے اس شخص کو دیکھا، جس نے خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہے؟" (۴۴)

مصنف کتاب حضرت شیخ فتح اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں دو نکتے اور بھی قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ سالک کو مخلوق خدا پر شفیق اور ان کے لئے نافع ہونا چاہئے۔ دوسرا یہ کہ خدا کی ذات کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے۔

اوراد کے بارے میں

سالک عابد تاکیدی نمازوں سے مسنون اوقات کو زندہ رکھے۔ بالخصوص فجر کی

۴۳- مشکوۃ صفحہ ۳۱ بروایت ابراہیم ابن میسرہ بحوالہ بیہقی۔ شعبۃ الایمان حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔
من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام (ترجمہ جس نے بدعتی کی عزت و توقیر کی اس نے گویا اسلام کی بنیادیں ڈھانے میں مدد دی۔)

۴۴- القرآن = ۴۵ = ۲۳

سنتیں خلوت میں ادا کرے۔ فرض جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ پھر تنہائی میں اپنے مصلیٰ پر قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔ فجر اور عصر کے بعد مسبعات عشر پڑھے۔ فجر میں مسبعات عشر کے بعد اوراد ماثورہ اوراد فتحیہ کے ساتھ پڑھے۔ اس کے بعد یہ درود پاک پڑھے۔

اللھم صل علی جسد محمد فی الاجساد وصل علی روح محمد فی الارواح وصل علی قبر محمد فی القبور وصل علی محمد مادامت الصلوات وبارک علی محمد مادامت البرکات وارحم علی محمد مادامت الرحمہ برحمتک یاارحم الرحمین

ترجمہ:۔ اے اللہ درود بھیج حضرت محمد کے جسد پر اجساد میں سے اور درود بھیج حضرت محمد کی روح پر ارواح میں سے اور درود بھیج حضرت محمد کی قبر پر قبروں میں سے اور درود بھیج حضرت محمد پر جب تک درود رہیں اور برکتیں بھیج حضرت محمد پر جب تک برکتیں رہیں۔ اور رحمتیں بھیج حضرت محمد پر جب تک رحمتیں رہیں۔ اپنی رحمت کے سبب سے، اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

پھر سورہ یاسین کی درج ذیل آخری دو آیات پڑھے۔ (۳۵)

انما امرہ اِذَا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون

فسبحن الذی بیدہٖ ملکوت کل شیئٍ والیہ ترجعون

ترجمہ:۔ یہ اس کا حکم ہی ہے کہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے، اسے کہتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے پس پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

پھر دعا الاستجابہ اس طرح پڑھے:۔

یامفتح الابواب ویا مسبب الاسباب ویا مقلب القلوب والابصار ویا دلیل المتحیرین ویا غیاث المستغیثین اغثنی' اغثنی'

ترجمہ:۔ اے دروازوں کو کھولنے والے، اسباب پیدا فرمانے والے، اے دلوں اور آنکھوں کو پھیرنے والے، اے حیران لوگوں کی دلیل، اے مدد چاہنے والوں کی مدد کرنے والے میری مدد فرما، میری مدد فرما، میری مدد فرما، میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور اپنا

۳۵۔ القرآن = ۳۶ = ۸۲، ۸۳

۳۶۔ صحیح بخاری بروایت حضرت سعد ...ری والنسائی واحمد بروایت ام کلثوم بنت عقبہ

اغثنی' توکلت علیک یارب ففضیت و فوضت امری الیک وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ اجمعین یاارحم الرحمین

معاملہ تیرے سپرد کیا۔ اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اپنی بہترین مخلوق حضرت محمدؐ اور ان کی تمام اولاد پر اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔

وضو اور نوافل

حضرت فتح اللہ صدیقی فرماتے ہیں کہ افعال اطاعت میں ہر فعل سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔ چنانچہ وضو کے آداب بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ وضو سے پہلے اس کی نیت کرنا چاہئے۔ وضو کرتے ہوئے لوگوں میں سے کسی کے ساتھ کلام نہ کرے۔ ہر عضو دھوتے ہوئے دل میں یہ خیال لائے کہ اسے تمام علائق دنیا سے منقطع کر لیا ہے اور اس سے تمام شیطانی اور نفسانی خطرات کو دور کر لیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ان شرائط سے وضو مکمل کر لیا تو گویا وہ ہتھیار بند ہو گیا۔ کیونکہ وضو مومنوں کا ہتھیار ہے۔ سالک وضو مکمل کرنے کے بعد تین مرتبہ سورہ القدر پڑھے۔ پھر پورے آداب کے ساتھ خدا کے حضور حاضر ہو اور دو رکعت نفل ادا کرے نوافل میں افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الاخلاص یعادل ثلث القرآن

ترجمہ:۔ سورہ اخلاص (ثواب میں) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔" (۳۶)

روز عاشورہ کے احکام

مصنف کتاب شیخ فتح اللہ صدیقی روز عاشور یعنی ۱۰ محرم الحرام کی بہت فضیلت بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل اقوال قلمبند فرمائے ہیں۔ (۳۷)

۳۷۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ صفحہ ۱۱۵، ۱۲۶

۱۔ جو کوئی عاشورہ کے دن روزہ رکھے. اللہ تعالیٰ اسے ہزار حج اور عمرہ کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

۲۔ جو شخص عاشورہ کے روز جسم کو پاک کرنے کی نیت سے غسل کرتا ہے. اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں پانی کے ہر قطرے کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

۳۔ جس نے عاشورہ کے روز آنکھوں میں سرمہ لگایا. اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی۔

۴۔ جو شخص عاشورہ کے دن کسی عالم کی زیارت کرے، گویا اس نے میری زیارت کی، ہر نظر کے عوض ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔

۵۔ جو شخص عاشورہ کے روز بیمار پرسی کے لئے نکلتا ہے. ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں۔

۶۔ جو شخص اس روز دو مومنوں میں صلح کرائے۔ ستر سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔

۷۔ جو شخص عاشورہ کے دن یتیم کی سرپرستی کرے، اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے. یا اسے کوئی چیز دے، بخش دیا جاتا ہے اور جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

۸۔ جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال کے لئے وافر کھانا مہیا کرے، حق تعالیٰ سارا سال اس پر اپنی نعمتیں فراخ فرمائے گا۔ جس نے اس دن کسی مسلمان کا روزہ افطار کرایا، گویا اس نے تمام امت محمدیہ کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔

جناب شیخ فتح اللہ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ فطرت انسانی کے ساتھ دو چیزوں یعنی موت اور حیات کا ابدی تعلق ہے. لہٰذا عقلمندوں کو چاہئے کہ زندگی میں اپنے اوقات کو اطاعت الٰہی میں صرف کریں، یہاں تک کہ اپنے سانسوں میں سے کوئی سانس بھی اللہ کے ذکر کو چھوڑ کر ضائع نہ کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا:۔

الذین یذکرون اللہ قیاما ترجمہ:۔ "(وہ لوگ اطاعت گزار) کی شرط کو پورا

وقعودا وعلی جنوبھم — کرتے ہیں) جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) یاد کرتے ہیں۔" (۳۸)

فی الصوم (روزے کے بارے میں)

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک ہے اور عبادات میں اسے اہم مقام حاصل ہے۔ جناب شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

"حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث قدسی میں روایت ہے۔ اے احمد، میری عزت و جلال کی قسم، بندوں کی عبادت، توبہ اور قرب پر روزے اور بھوک سے زیادہ دلالت کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ (۳۹)

آپ روزے کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ روزہ سے مراد تیری آنکھ زبان اور کان کا، اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں غیر اللہ کے داخل ہونے سے تیرے دل کا روزہ ہے۔ اس کے ساتھ ظاہری روزہ بھی سالک کے لئے لازم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔

الصوم لی وانا اجزی بہ — ترجمہ:۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ (۴۰)

ذکر جہر و خفی کے بارے میں

جب سالک فرضی و نفلی عبادت میں پختہ ہو جائے تو ذکر جہر شروع کرے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شے کو صیقل کرنے کا کوئی نہ کوئی آلہ ہوتا ہے اور دل کو صیقل کرنے کا ہتھیار اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ذکر کی اہمیت اور فضیلت قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

۳۸۔ القرآن = ۳ = ۱۹۱

۳۹۔

۴۰۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم بروایات حضرت ابو ہریرہ (معارف الحدیث جلد ۴، کتاب الصوم، حدیث ۵، ص ۱۰۴) (بہ شکریہ لائبریری درس شریف)

اذکرونی اذکرکم ترجمہ:۔ "تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔ (۴۱)

حدیث قدسی میں ہے، میں بندہ سے وہی سلوک کرتا ہوں، جیسا اس کو میرے ساتھ گمان ہوتا ہے۔ ۴۲۔ میں بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں جب وہ جماعت میں مجھے یاد کرتا ہے۔ عارف سالک کو چاہئے کہ افضل الذکر میں مشغول رہے۔ جناب رسول کریم نے فرمایا افضل ذکر لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ یعنی کلمہ طیبہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار جناب رسول پاکؐ سے عرض کیا "یا رسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا قریب ترین اور سہل ترین راستہ بتایئے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے علی۔ تجھ پر خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت لازم ہے۔" حضرت علی نے عرض کیا میں کس طرح ذکر کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خلوت میں لے گئے اور فرمایا اپنی دونوں آنکھوں کو بند کرو اور مجھ سے سنو۔ پھر آپ نے ذکر نفی یعنی لا الہ کو دم سفلی اور اثبات یعنی الا اللہ کو دم علوی سے سند فرمایا۔ حضرت علی نے اس کے مطابق لا الہ الا اللہ کا ورد کیا اور جناب رسول اللہؐ سنتے رہے۔ سالک جب لا الہ کہے تو غیر اللہ کے باطل ہونے اور اس کی نفی کا تصور کرے اور جب الا اللہ کی ضرب لگائے تو واجب الوجود کو یقین کے ساتھ واجب الوجود جانے۔ جب یہ ذکر اس تصور کے ساتھ مستحکم ہو جائے۔ تو متواتر الا اللہ کہے تاکہ سالک اپنے آپ کو بھی چھوڑ دے اور ماسوا اللہ سے جدائی ظاہر ہو جائے۔ جب دس، پندرہ یا بیس مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ چکے تو ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہے۔

سالک تفکر کا طریق حاصل کرے، کیونکہ تفکر کی ایک گھڑی ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ علم کو پانا اور حاصل کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

۴۱۔ القرآن = ۲ = ۱۵۲

۴۲۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم بروایت حضرت ابو ہریرہ (مشکوۃ = باب الصوم)

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ — ترجمہ:۔ "علم کی طلب ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے۔" (۴۳)

اطلبوا العلم ولو کان بالصین — "علم کو طلب کرو، اگرچہ چین میں ہو۔" (۴۴)

معرفت علم کے بغیر ممکن نہیں، کیونکہ معرفت سے مراد حکمت کا زیادہ طلب کرنا ہے۔ عالم ظاہر، جس میں زمین، آسمان اور مافیہا یا دوسرے لفظوں میں تمام مادی و غیر مادی کائنات شامل ہے، تصوف کی نگاہ میں عالم صغیر ہے۔ جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہونے کے سبب عالم کبیر ہے۔ انسانیت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات ذوالجلال کا عرفان ہے۔ انسان اپنے اندر خالق کائنات کو پہچاننے کا جوہر رکھتا ہے۔ صوفیاء کا یہ مسلک ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر ہے۔ اس لئے شاعر نے فرمایا۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

خدائے ذوالجلال کی ذات کا عرفان حاصل ہونے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل تین ودیعتیں پوری ہو جاتی ہیں۔

۱۔ سلوک، یعنی خدا تک پہنچنے کا راستہ یا عمل۔ یہ معرفت کی انتہا ہے۔
۲۔ طریقہ سلوک۔ سلوک کی منازل بتدریج طے کرنے کا انحصار طریقہ سلوک پر ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں مدارج سلوک اس پر منتہی ہو جاتے ہیں۔
۳۔ مقام محمود، یعنی روحانیت کا وہ بلند ترین مقام جس کی طرف قرآن حکیم کی درج ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما — ترجمہ:۔ "اور رات کے بعض حصہ میں اٹھو اور نماز تہجد ادا کرو۔ یہ نماز آپ کے لئے اضافی ہے۔

۴۳۔ مشکوۃ، جلد اول کتاب العلم، ابن ماجہ بروایت حضرت انس
۴۴۔ اس حدیث کو ابن عدی عقیلی اور بیہقی نے شعبہ الایمان میں اور عبدالبر نے فضل العلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

محمود ۱۵ — یقیناً آپ کو آپ کا رب جلد مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (۴۵)

صاحب کتاب شیخ فتح اللہ صدیقی فرماتے ہیں کہ عام لوگ نفسانی اور شیطانی فریبوں سے واقف نہیں ہوتے۔ لیکن جب اس مقام سے انسان بہرہ ور ہوتا ہے جو ذکر الٰہی کی وساطت سے اسے حاصل ہوتا ہے. تو وہ ایسے تمام وسوسوں اور فریبوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے، بلکہ ان سے مکمل طور پر نجات پالیتا ہے۔ چنانچہ جب سالک نفسانی فریبوں کا شعور حاصل کرے گا تو اس میں گناہ اور ثواب، نیکی اور بدی اور اچھائی اور برائی میں واضح تمیز کرنے اور برائی سے بچنے کی وہ روحانی صلاحیت پیدا ہو جائے گی جو راہ سلوک کا بنیادی مقصد ہے۔ ذکر الٰہی کی کثرت سے پہلے اس کا دل پاکیزہ اور روشن ہو گا۔ اور پھر اس کے سبب سے اس کا پورا بدن صحیح ہو جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں اصلاح قلب کے وسیلے سے انسان کی ساری زندگی اصلاح پذیر ہو جاتی ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمتہ نے دل کی اسی اہمیت کے پیش نظر ارشاد فرمایا۔

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

اور خواجہ حافظ شیرازی دل کو آئینہ سکندری اور جام جمشید سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آئینہ سکندر جام جم است بنگر
تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا"

ترجمہ:۔ سکندر کا آئینہ ذرا دیکھ۔ یہ تو جام جم کی حیثیت رکھتا ہے تاکہ تجھ پر دارا بادشاہ کی سلطنت کے احوال ظاہر کرے۔

۴۵۔ القرآن = ۱۷ = ۷۹

جناب شیخ کے بقول روح اور جسم کا باہمی تعلق درج ذیل حدیث سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

الروح فی البدن کالدھن فی اللبن اذا صلحت صلحت واذا فسدت فسدت

ترجمہ:۔ بدن میں روح دودھ میں گھی کی طرح ہے جب یہ درست ہو تو وہ بھی ٹھیک اور جب یہ فاسد ہو جائے تو وہ بھی فاسد ہو گا۔ (۴۶)

جب بدن کا بادشاہ روحانی بادشاہت میں آتا ہے تو نفس کے ظلم اور اس کی زیادتیوں سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس حدیث قدسی کا مطلب بھی بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے "انسان میرا سر ہے اور میں اس کا سر ہوں۔ ".(۴۷) درج ذیل آیت کریمہ بھی مذکورہ بالا مضمون کو تقویت پہنچاتی ہے۔

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الاقلیلاO

ترجمہ:۔ "(اے محمد) لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں اس کے بارے میں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ " (۴۸)

معرفت روح ولایت سے مشروط ہے اور ولایت افراد انسانی میں بہت کم ہے۔ آیت کریمہ انا عرضنا الامانۃ۔ (۴۹) یعنی ہم نے اپنی امانت تفویض کی، میں مفسرین نے اگرچہ امانت سے مراد فرائض الٰہی لئے ہیں اور بعضوں نے اطاعت الٰہی لیکن امانت سے یہاں مراد یہ ودیعت ہے جس کے سبب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ چنانچہ "انسان میری سواری ہے اور تمام اشیاء اس کی سواری ہیں۔ ۵۰ " کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔

۴۶۔

۴۷۔

۴۸۔ القرآن = ۱۷ = ۸۵ ۴۹ - القرآن

۵۰۔

انسان عالم کبیر ہے۔ یہ دعویٰ. اس لحاظ سے سچا ہے کہ عالم اس کو کہتے ہیں. جس سے صانع کا علم ہو۔ عالم کبیر کے چار دروازے ہیں۔ یعنی سمع. بصر. علم. کلام. صوفیا کے نزدیک ایسے ہر دروازے پر ایک مرسل کتاب لئے ہوئے ہے جو انسان کے لئے حق و باطل میں تمیز کرتی ہے۔ سمع کا مرسل جو کچھ سنتا ہے. انسان کو سنوا دیتا ہے۔ بصر کا مرسل جو کچھ دیکھتا ہے. اسے دکھا دیتا ہے۔ علم کا مرسل جو کچھ جانتا ہے. اسے بتا دیتا ہے اور کلام کا مرسل جو کچھ کہتا ہے. اس سے کہلا دیتا ہے۔

توحید اضافات کو ختم کر دینا ہے۔ فقر کی انتہا فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔ جیسا کہ ذیل کی آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون○

ترجمہ:۔ "خبردار رہو۔ اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۵۱)

اور اس کے علاوہ

الموت جسر الحبیب الی الحبیب

ترجمہ:۔ "موت محبوب کا محبوب کی جانب پل ہے" (۵۲)

جیسا کہ پہلے بھی ایک موقع پر بیان کیا جا چکا ہے کہ روح بدن میں اس طرح ہے جیسے دودھ میں گھی یعنی اگر دودھ ٹھیک ہو گا تو اس میں سے نکلنے والا گھی بھی صحیح ہو گا۔ اور اگر دودھ خراب ہو گا تو گھی بھی لازماً خراب ہو گا۔ بعینہٖ جب بدن درست ہو گا تو روح بھی ٹھیک ہو گی اور جب یہ خراب ہو جائے گا تو روح بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا معرفت الٰہی کے مقام پر پوری خبرداری اور ہوشیاری درکار ہے کیونکہ اس سلسلہ میں وارد ہے۔

۵۱۔ القرآن = ۱۰ = ۶۲

۵۲۔ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی دفتر اول. مکتوب ۱۰۴. صفحہ ۱۵۴ حوالہ کی روشنی میں اصل عبارت یہ ہے = الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ترجمہ = موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب کے ساتھ ملاتا ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ جاہل کو ولی نہیں بناتا" (۵۳)

آٹھواں درجہ = اسمائے الٰہی اور ان کے ادارک کا بیان

صوفیا کے نزدیک علم کی دو اقسام ہیں۔ علم الادیان اور علم الابدان۔ علم الادیان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے علم کے علاوہ قرآن، حدیث اور فقہ کے احکام جاننے اور ان پر عمل کرنے کا نام ہے۔ جبکہ علم الابدان ماہیت بدن کے ادراک سے متعلق علم ہے۔ اور اس کا تعلق دو چیزوں سے ہے۔ ایک اشیاء اور حقائق کے مزاج سے بدن کی حفاظت۔ دوسرے انسانی ابدان کے ظہور اور اسماء الٰہی کی ماہیت کا ادراک۔ یہ کچھ اس وقت ہوتا ہے، جب عارف کامل موحد اور خالص ہو جائے۔ اور جان لے کہ وجوب اور امکان کے درمیان لازم و ملزوم کا تعلق ہے۔ وجوب عالم الغیب ہے اور امکان عالم شہادت۔ ہر دو کے تعلق قرب پر یہ آیت کریمہ صادق آتی ہے۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوہ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدونo

ترجمہ:۔ اور جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں، تو میں قریب ہوں دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتے ہیں۔ تو چاہئے کہ میرے حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ ہدایت پائیں۔ (۵۴)

تین اشیاء ایسی ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے آخری پیغامبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر کے ساتھ خصوصی ہیں اور دیگر انبیا علیہم السلام کو حاصل نہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔ طریقہ سلوک، ۲۔ اسم اعظم اور ۳۔ مقام محمود

نواں درجہ = معرفت اور خلافت کے بارے میں

اسم اعظم کا حصول یا دوسرے الفاظ میں روحانیت کی تکمیل ولایت کے ساتھ شرط

۵۳۔ قول ملا علی قاری بحوالہ مراۃ شرح مشکوۃ. جلد اول. صفحہ ۲۷۹

۵۴۔ القرآن = ۲ = ۱۸۶

ہے۔ جب اس کے ثمرات ظاہر ہوں گے تو اپنے رب کی معرفت سالک کو حاصل ہو جائے گی۔ وہ اپنے نفس کو پہچان لے گا۔ اس شیطان کو پہچان لے گا جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اسے وہ علم حاصل ہو گا۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔ اور جس کی طرف قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔

فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما ٥

ترجمہ:۔ "ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک کو پایا جسے ہم نے اپنے ہاں سے رحمت دی تھی اور اپنے ہاں سے انہیں علم سکھایا تھا۔" (۵۵)

اسم کریم کے عامل کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے درج ذیل آیت کریمہ کا مضمون حاصل ہو جاتا ہے۔

قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر ٥

ترجمہ:۔ "کہئے اے اللہ، اے ملک کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے۔ جسے چاہے عزت بخشتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ ساری بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے۔ بلاشبہ تجھے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔" (۵۶)

علوم اربعہ جنہیں فارسی زبان میں کیمیا، ریمیا، سیمیا، اور ہیمیا کہا گیا ہے، اولیاء اللہ سے منسوب ہیں۔ یہ سند کے بعد مجاہدہ کرنے والے عالم کو حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن سید علاؤالدین کنتوری نے اپنے رسالہ راحۃ الروح میں تاکید فرمائی کہ اگر کوئی سالک اسرار میں سے کوئی سر عوام پر ظاہر کر دے تو اسے اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل نہیں ہو گی۔

۵۵۔ القرآن = ۱۸ = ۶۵

۵۶۔ القرآن = ۳ = ۲۶

حضرت شیخ فتح اللہ اپنی کتاب خزائن فتحیہ الاسرار میں فرماتے ہیں کہ انسانی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس کی اطاعت ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدونO ترجمہ:۔ "ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کیلئے پیدا کیا۔ (۵۷)

یعنی انہیں بنیادی طور پر معرفت کے لئے پیدا کیا۔ کیونکہ عبادت معرفت کے بغیر ممکن نہیں۔ اور معرفت حصول علم اور کامل مجاہدہ پر موقوف ہے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں وارد ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ترجمہ:۔ "جو ہمارے لئے مجاہدہ کریں گے ہم ان کو اپنے رستوں پر چلا دیں گے۔" (۵۸)

معرفت تین ارکان پر موقوف ہے۔ ۱۔ استاد، جو روح کا عارف ہو۔ ۲۔ سند سلوک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے ساتھ، ۳۔ خلوت، یعنی مخلوق سے گوشہ نشینی میں مجاہدہ کرنا۔ یہاں تک کہ اسے یقین حاصل ہو جائے۔ روح کے ذکر سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ انسانی بدن میں روح کو حرکت حاصل ہوتی ہے۔ تو انسان سر کے بالوں سے لے کر قدموں تک ذاکر ہو جاتا ہے، یا دوسرے لفظوں میں وہ مجسمہ ذکر بن جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

الروح فی البدن' کالدھن فی اللبن ترجمہ:۔ "روح بدن میں اس طرح ہے، جیسے دودھ میں گھی۔ (۵۹)

۵۷۔ القرآن = ۵۱ = ۵۶

۵۸۔ القرآن = ۲۹ = ۶۹

۵۹۔ اسرار

چنانچہ جب دودھ میں حرکت کے اسباب مہیا ہوگئے. تو گھی اوپر کی جانب نکلے گا۔
اسی طرح جب انسان کی روح میں مراقبہ اور مجاہدہ کے سبب سے حرکت پیدا ہوتی ہے. تو وہ عالم علوی کی جانب سعی کرتا ہے۔

چنانچہ مؤلف کتاب شیخ فتح اللہ صدیقی فرماتے ہیں کہ اسماء الٰہی کے اذکار کا شغل طریقہ سلوک کے حصول کے بعد بہتر ہے۔ جس کا ذکر آپ نے اپنی کتاب میں ترتیب وار نو مختلف درجات میں فرمایا ہے۔ لہٰذا سالک کو چاہئے کہ اس ترتیب سے زہد اختیار کرے تاکہ تزکیہ کامل، مطلب اعلیٰ اور مقصد اقصیٰ تک پہنچ سکے۔ آپ فرماتے ہیں کہ علوم اربعہ اسم کریم اور ان اسماء سریہ سے منتخب ہیں۔ جو قرآن کریم کے اسرار میں لپیٹے ہوئے ہیں علم کیمیا اہل تصوف کے نزدیک سیاہ دل کے سرخ ہو جانے کے طریقوں کے علم کا نام ہے۔ اکسیر کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ اکسیر ظاہری تانبے کو سونا بناتا ہے۔ جبکہ اکسیر باطنی سیاہ دل کو سرخ بناتا ہے۔ ہیمیا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا نکتہ ہے ریمیا ایک اعلیٰ درجے کی صفت ہے۔ اور سیمیا سالکین کا ذوق ہے۔ ان علوم کے طالب کو چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود پاک پڑھے اور اپنے آپ پر حکماء. جو اسرار الٰہیہ کے واقف ہوں کی خدمت کرنا لازم کر لے۔ اس کی عمر بہت لمبی ہوگی۔ آخر عمر میں اسے ملائکہ کے ساتھ محبت اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کے ساتھ قرب اس قدر نصیب ہوگا کہ اس کا ذکر و فکر ان کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا حشر اولیا اور اتقیا کے زمرہ کے ساتھ کرے گا۔

اس نعمت کے طالب کو چاہئے کہ عورتوں کے ساتھ جماع اور کفار کی صحبت سے چالیس دن الگ رہے۔ جس نے چالیس صحبتیں اللہ کے لئے خالص کیں، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت کے چشمے ظاہر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی فرمایا ہے کہ میں نے آدم علیہ السلام کی مٹی کا چالیس دن تک خمیر کیا۔ ۶۰۔ ان امور سے معلوم ہوتا ہے

۶۰۔ مراۃ شرح مشکوۃ (مرتبہ مفتی احمد یار خان) کتاب الایمان، صفحہ ۹۳
حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ان الفاظ میں منقول ہے۔
" فرمایا جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے = ان خلق احد کم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون مثل ذالک ثم یکون مضغۃ مثل ذالک ـــــ "
فاضل مصنف نے حاشیہ ۵ میں اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صوفیا کے چلوں کی دلیل ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ چلہ میں ہے۔

اس بنا پر سالک پر لازم ہے کہ چار چلے اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی حکمت کے ظہور کے لئے زندہ رکھے۔ جس طرح انسانی تخلیق چار چلوں کے گزر جانے کے بعد پوری ہوتی ہے۔ اسی طرح سلوک کی حکمت کا ظہور بھی اسی ترتیب سے چار چلوں کے گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ہلاک کرنے کی دعا قبول ہونے کے لئے چالیس دن کے چلہ کا حکم دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اظہار رسالت سے قبل پہاڑوں کے اندر ہفتوں کے ساتھ چلہ فرماتے۔ جب سالک چلہ شروع کرنا چاہے تو اسے اس تسبیح سے آغاز کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم انی اعوذبک من شر کل دابۃ انت اخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و الہ اجمعین

ترجمہ:۔ اے اللہ بے شک میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس چوپائے کے شر سے جس کی پیشانی کے بال تو پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ اپنی بہترین مخلوق حضرت محمد اور آپ کی ساری اولاد پر۔ (۶۰)

سالک کو چلہ کی وساطت سے دنیوی اور اخروی لذات حاصل ہوں گی۔ اور اسے اسم اعظم کی برکت سے باطنی قوت حاصل ہو جائے گی۔ درج ذیل حدیث کا مضمون خصوصیت کے ساتھ اسم اعظم جاننے والے کے حق میں وارد ہوا ہے۔

قلب المومن بین یدی اصابع الرحمن یقلب کیف یشاء

ترجمہ:۔ "مومن کا دل خدائے ذوالجلال کی انگلیوں کے آگے ہے۔ وہ اسے جیسے چاہتا ہے، پھیر دیتا ہے۔" (۶۱)

۶۱۔ مشکواۃ صفحہ ۲۰ حوالہ صحیح مسلم بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ (قال رسول اللہ تعالی صل اللہ علیہ وسلم) ان قلوب بنی آدم کلھا بین ابصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرف کیف یشاء

ترجمہ:۔ (فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) بے شک تمام انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے آگے اس طرح ہیں جیسے وہ صرف ایک ہی دل ہو۔ اور وہ اسے جس طرح چاہے پھیر دے۔

جناب شیخ فتح اللہ صدیقی فرماتے ہیں کہ یہاں مومن سے مراد مومن کامل ہے۔ جس کے دل کی حرکت اللہ کے دست قدرت میں ہے اور دل اللہ تعالیٰ کی منشاء کے تحت ہر موقع پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اصول ولایت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا اس سے افضل ہو مگر ایک باپ کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بیٹا اس سے افضل ہو۔ تاہم کوئی بیٹا اپنے باپ کا جیسا روحانی مرتبہ اور مقام مجاہدہ اختیار کئے بغیر نہیں پا سکتا۔ یعنی روحانیت کی آبائی میراث حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ شرط ہے۔ راحتہ الروح کے حوالہ سے جناب شیخ فرماتے ہیں جو شخص قرآن کی درج ذیل آیت کریمہ کو مسلسل تین سو مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور برکتوں کے سمندر اس کی دسترس میں ہو جائیں گے۔

قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثلہ مددا○ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا○

ترجمہ:۔ فرما دیجئے کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سیاہی ہو، تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ یہ بھی فرما دیجئے کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہوں۔ البتہ میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے۔ تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ (۶۲)

جناب شیخ فرماتے ہیں کہ جو اس دولت عظمیٰ کو حاصل کرنا چاہئے۔ اپنے بدن اور کپڑوں کو نہایت پاک و صاف رکھے۔ جاہلوں کی صحبت کو ترک کر دے اور ایسی گفتگو نہ کرے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

اس کے علاوہ پانچ چیزیں اپنے اوپر لازم کر لے۔ پہلی کبھی بغیر وضو کے نہ رہے۔

۶۲۔ القرآن = ۱۸ = ۱۰۹، ۱۱۰

دوسری سورہ مزمل پر استقامت کرے۔ تیسری ہر طرح کی برائی اور بد کلامی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے۔ چوتھی دائیں بائیں سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرے۔ پانچویں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجتا رہے۔ ایسے شخص پر تمام عمر قلت نوم، قلتِ طعام اور قلتِ کلام لازم ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے لئے چالیس دن کے چلہ کی مدت پوری ہونے پر ماسوا اللہ سب محو ہو جائے گا۔ اور وہ خالص سونا بن کر اپنے حجرہ سے نکلے گا۔ ولایت کا دروازہ اس پر کھول دیا جائے گا۔ ایک سالک کا یہی مطلوب و مقصود ہے۔

جناب شیخ فتح اللہ صدیقی سالک سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ وہ دنیا میں الگ تھلگ مخلوق سے بے نیاز ہو کر رہے۔ اور اگر دنیا میں غنی ہونا چاہے تو سورہ اخلاص چالیس روز ہزار مرتبہ پڑھے۔ اس طرح اسے یقینی طور پر ہدایت کی بادشاہی حاصل ہو جائے گی۔ (۶۳) آپ نے کشائش رزق کے لئے ایک نہایش مختصر اور جامع دعا تجویز فرمائی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

اللھم ارزقنی رزقا واسعا حلالا طیبا بغیر حساب

ترجمہ:۔ اے اللہ مجھے اپنے ہاں سے بے حد و بے حساب، وسیع، حلال اور پاک روزی عطا فرما۔ (۶۴)

شجرہ نسب حضرت قاضی فتح اللہ رح صدیقی

(حضرت ابو بکر صدیق رض سے قاضی فتح اللہ تک) (۶۵)

نمبر شمار	اسم گرامی	کیفیت
۱۔	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	اسبق الایمان، خلیفہ اول اسلام

۶۳۔ خزائن (اردو ترجمہ قلمی نسخہ) مقدمہ صفحہ ۲۹۹، ۳۰۰

۶۴۔ ——— ایضاً ——— صفحہ ۴۳۷

۶۵۔ خزائن (اردو ترجمہ، صفحہ ۱۳ تا ۱۵ (حضرت ابو بکر صدیق تا شیخ قوام الدین یعنی نمبر شمار ۱ تا ۱۸

۲۔	حضرت عبدالرحمان ابن ابو بکر	صحابی، نامور مجاہد
۳۔	حضرت عبداللہ علیہ الرحمتہ	تابعی
۴۔	شیخ اسماعیل علیہ الرحمتہ	تابعی
۵۔	شیخ ابوالبرکات	
۶۔	ابو بکر ثانی	
۷۔	شیخ محمود	
۸۔	شیخ احمد	حاکم یمن
۹۔	شیخ حسام الدین	=
۱۰۔	شیخ شمس الدین	=
۱۱۔	شیخ امام الدین	=
۱۲۔	شیخ کمال الدین محمد	حاکم یمن، محدث مدینہ. قاضی ججنیر
۱۳۔	شیخ محی الدین	قاضی ججنیر
۱۴۔	شیخ علاؤالدین	=
۱۵۔	شیخ فخرالدین	=
۱۶۔	شیخ نظام الدین	=
۱۷۔	شیخ حسام الدین	=
۱۸۔	شیخ قوام الدین	قاضی ججنیر بعد ازاں قاضی رہتک
۱۹۔	شیخ افتخار الدین ۶۶	قاضی، مفتی، محتسب
۲۰۔	شیخ عماد الدین	قاضی، مفتی، محتسب
۲۱۔	شیخ ہدایت اللہ	قاضی، مفتی، محتسب

۶۶۔ شیخ قوام الدین کے بعد شیخ فتح اللہ صدیقی تک کا شجرہ نسب پروفیسر اکبر داد ملک نے خانقاہ درس شریف اگھار کوٹلی سے فراہم کیا ہے۔

۲۲۔	شیخ قادن	قاضی، مفتی، محتسب
۲۳۔	شیخ فضل اللہ	قاضی، مفتی، محتسب
۲۴۔	شیخ محمد حاکم	مفتی، محتسب
۲۵۔	شیخ عبدالمجید	مفتی، محتسب
۲۶۔	شیخ محمد	مفتی، محتسب
۲۷۔	شیخ عبداللہ	محتسب
۲۸۔	شیخ عبدالجلیل	
۲۹۔	شیخ عبدالباسط	
۳۰۔	شیخ فرض اللہ	
۳۱۔	شیخ فتح اللہ	قاضی القضاۃ میرپور (ریاست جموں و کشمیر)

شجرہ نسب صدیقان میرپور[1]= (حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی سے حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی تک) (۶۷)

۳۱۔	حضرت شیخ فتح اللہ صدیقی قادری شطاری	قاضی القضاۃ میرپور (ریاست جموں و کشمیر)
۳۲۔	حضرت شیخ محمد معصوم	قاضی میرپور
۳۳۔	حضرت شیخ قاضی محمد نقشبند	
۳۴۔	حضرت شیخ قاضی غلام حسن	
۳۵۔	حضرت شیخ علی محمد	
۳۶۔	حضرت شیخ قاضی محمد اکبر علی	
۳۷۔	حضرت شیخ محمد رکن عالم	

۶۷۔ خزائن، اردو ترجمہ صفحہ ۸۱، ۸۲

۳۸۔ حضرت شیخ محمد سلطان عالم نقشبندی مجددی

۳۹۔ حضرت شیخ محمد صادق نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

۴۰۔ صاحب زادگان

۱۔ حافظ خواجہ محمد عبدالواحد سجادہ نشین
خانقاہ دربار عالیہ سلطانیہ جہلم

۲۔ حافظ خواجہ محمد زاہد خطیب جامع الفردوس
درس شریف اگھار کوٹلی

باب پنجم

حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی کے اہل خاندان کی دینی خدمات

حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی کا خاندان آپ کی وفات (۱۶۷۷ء) کے بعد سے مسلسل میرپور میں تبلیغ دین کی خدمت انجام دیتا چلا آرہا ہے۔ اس علاقہ میں آپ کے خانوادہ کی دینی خدمات کا اثر آج بھی نمایاں طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اضلاع میرپور اور کوٹلی میں عوام کی غالب اکثریت راسخ العقیدہ ہونے کی حیثیت سے سنی حنفی مذہب پر قائم ہے. جو پورے جوش اور جذبے کے ساتھ ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوۃ اور حج پر عمل پیرا ہے۔ ریاست کے اس خطہ سے تعلق رکھنے والے بہت لوگ بیرون ملک خصوصاً انگلستان میں مقیم ہیں اور معاشی لحاظ سے بہت آسودہ حال ہیں۔ لیکن اس کے باوصف دیندار ہیں اور رہن سہن اور خورد و نوش کے معاملہ میں سادگی پسند ہیں۔ اس سلسلہ میں خاندان کے موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد صادق مدظلہ العالی کے والد گرامی قدر حضرت خواجہ قاضی محمد سلطان عالم اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مائی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا کی خدمات خاص طور پر قابل قدر ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ وقت میں خود حضرت خواجہ صاحب کی ذات والا صفات اور آپ کی دوسری زوجہ پاکدامن حضرت مائی صاحبہ ثانی کا تفصیلی ذکر بھی ضروری ہے کیونکہ آپ کی فیض رسان شخصیات کا آزاد کشمیر کے معاشرے پر گہرا اثر ہے۔ آپ حضرات نے نیکی، پاکیزگی اور خدمت دین کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا ہے جس کی مثال ملک میں مشکل سے ہی مل سکتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر دور میں بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کی غرض سے انبیاء اور پیغامبر مبعوث کیے۔ ان پر آسمان سے کتابیں نازل کیں۔ خدا کی خاص مشیت

کے تحت نبوت کا یہ سلسلہ جناب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ آخری پیغامبر ہونے کی حیثیت سے آپ خاتم النبین اور ختم المرسلین کہلائے۔ جبکہ آپ پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے، جو گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے من و عن اپنی اصل صورت میں موجود ہے۔ ابتدائے اسلام سے ہی صوفیاء حضرات نے خدمت دین کو اپنا شعار بنایا۔ اس سلسلے میں امام حسن بصریؒ، امام غزالیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمات پورے عالم اسلام کے لئے تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ برصغیر میں بھی تبلیغ اسلام کا فریضہ صوفیائے کرام نے انجام دیا۔ ان میں علی بن عثمان ہجویریؒ عرف داتا گنج بخش، خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ، شیخ بہاؤالدین زکریاؒ، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ، میاں میر لاہوریؒ اور شاہ ولی اللہ دھلویؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ریاست جموں و کشمیر میں تبلیغ دین کے لئے حضرت شاہ ہمدان کی تاریخی خدمات کے بعد مقامی صوفیاء کے زمرہ میں حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی اور ان کے اہل خاندان کی خدمات کو بھی نمایاں مقام حاصل ہے، جس کو عوام الناس پر واضح کرنا ضروری ہے۔

حضرت قاضی محمد سلطان عالمؒ [1]

حضرت شیخ المشائخ قاضی فتح اللہ صدیقی کے خانوادہ میں دینی و سماجی خدمات کی انجام دہی کے سلسلہ میں حضرت قاضی محمد سلطان عالم کو کئی لحاظ سے خاص اہمیت اور فوقیت حاصل ہے۔ اولاً اس لئے کہ آپ نے اپنے خاندان کے روایتی قادری، شطاری سلسلہ طریقت سے ہٹ کر نقشبندی مجددی سلسلہ اختیار کیا جو دیگر تمام سلاسل طریقت کے مقابلہ

۱۔ حضرت قاضی محمد سلطان عالم کے بارے میں معلومات زیادہ تر درج ذیل مضمون پر مبنی ہیں۔
حضرت خواجہ قاضی محمد سلطان عالم قدس سرہ العزیز
حیات و تعلیمات
سید عبدالرحمان بخاری
مطبوعہ سہ ماہی جریدہ امہ انٹرنیشنل جلد ۱، شمارہ ۱، ذی قعد ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء

میں شریعت کی پابندی، اسلام کی معاشرتی، اخلاقی و روحانی اقدار کے نفاذ اور صحیح اسلامی عقائد کی ترویج پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے۔ اور جس کی خدمات برصغیر میں احیائے دین کے سلسلہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ دوم آپ نے تبلیغ دین کے دائرہ کو پہلی بار آزاد کشمیر سے باہر پاکستان کے صوبہ جات پنجاب اور سرحد تک وسعت دی اور اس طرح آزاد کشمیر اور پاکستان کے مابین قریبی دینی و سماجی روابط قائم کئے۔ چنانچہ آپ کی یہ کوشش کشمیر اور پاکستان کے عوام کو ایک دوسرے کے قریب تر لانے، ان میں وحدت ملی کا جذبہ ابھارنے اور فکر و عمل کی ہم آہنگی پیدا کرنے کی جانب ایک بہت بڑا قدم ہے۔ اسے اگر کشمیر اور پاکستان کے درمیان دینی اور سماجی پیوستگی (Religious and Social Integ-ration) کا نام دیا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ اس پیوستگی کی بنیاد پر مستقبل میں کشمیر اور پاکستان کے درمیان جو دینی، سماجی، تمدنی اور سیاسی روابط استوار ہو سکتے ہیں، وہ دور رس اہمیت کے حامل ہیں۔ سوم آپ نے تبلیغ دین کو صرف زبانی ارشاد و ہدایت تک محدود رکھنے کے بجائے اسے ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے اور اس کے اثرات کو دوام بخشنے کی غرض سے آزاد کشمیر اور پاکستان میں تعمیر مساجد کے ایک وسیع سلسلے کا آغاز کیا۔ نہ صرف یہ کہ مساجد تعمیر کیں، بلکہ انہیں صحیح اسلامی روایات کے مطابق مستقل طور پر آباد کرنے کی غرض سے یہاں بچوں کے لئے تدریس قرآن و حفظ قرآن کے علاوہ تعلیم دین کا باقاعدہ سلسلہ جاری کیا اور عام لوگوں کے لئے مساجد کو تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کے مراکز کی حیثیت دی۔ اس طرح آپ نے ملک میں تبلیغ اور تعلیم دین کا ایک مربوط نظام قائم کیا جو عوام کی اخلاقی اور معاشرتی حالت سدھارنے اور ان میں دین کا جذبہ اور شعور پیدا کرنے کے ضمن میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چہارم آپ نے خواتین کی سطح پر بطور خاص تبلیغی نظام منظم کیا اور یہ فریضہ آپ کی رہنمائی میں آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت مائی صاحبہ اول رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا نے انجام دیا۔ ایک دانشمند، صاحب فہم و فراست اور انتہائی دور اندیش انسان ہونے کی حیثیت سے جناب قاضی صاحب علیہ الرحمتہ نے یہ بھانپ لیا تھا کہ خواتین کی تربیت کے بغیر کسی قوم میں کوئی اخلاقی یا روحانی انقلاب پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ آپ اور حضرت مائی صاحبہ کی مشترکہ کوششوں سے اس علاقہ کے عوام میں، جن میں مرد و زن دونوں شامل تھے، ایک خوشگوار سماجی اور اخلاقی انقلاب برپا ہوا۔ جس کی بدولت معاشرے میں دینداری،

قرآن کی تدریس و تعلیم اور عام تعلیم کا رجحان پیدا ہوا۔ پنجم آپ نے برطانوی اور ڈوگرہ دور کے نامساعد حالات میں اشاعت اسلام تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت کا جو عظیم کام سرانجام دیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت خواجہ محمد سلطان عالم خاندانی پس منظر کے اعتبار سے قریشی الاصل اور صدیقی النسب ہیں۔ آپ کا شجرہ ۳۷ واسطوں سے اسلام کے خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صاحب زادے حضرت عبدالرحمان المتوفی ۵۳ھ کی اولاد پاک سے ہیں۔ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی کے وصال کے بعد آپ ان کی ساتویں پشت میں تقریباً ۱۸۷۰ء کے لگ بھگ اپنے آبائی گاؤں بیچیاں میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، آپ کو اپنے خانوادہ میں ہر لحاظ سے ایک امتیازی اور منفرد مقام حاصل ہے۔ آپ اپنی عظیم خاندانی روایات کے مظہر، زہد و تقویٰ اور اخلاق و انسانیت کے مجسم پیکر، علم و عرفان کی شمع روشن، محفل ارشاد و ہدایت کے صدر نشین اور سلف صالحین کی زندہ یادگار تھے۔

دور حاضر کی تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو آپ کی ولادت باسعادت مشیت الٰہی کی دور رس حکمت پر مبنی نظر آتی ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ اور اسلام کے احیا کے لئے قدرت اہل علم و فضل اور اصحاب رشد و ہدایت کا جو ہراول دستہ تیار کر رہی تھی، حضرت محمد سلطان عالم کو اس میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ انیسویں صدی کا ربع آخر وہ زمانہ تھا جب عالم اسلام کے ہر افق پر نکبت و ادبار کے منحوس سائے پھیل رہے تھے۔ وسیع و عریض دولت عثمانیہ زوال پذیر تھی۔ یورپ میں اس کی سلطنت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ ایران اور افغانستان ابتری کا شکار تھے۔ ادھر برصغیر میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ناکام ہو جانے کے بعد مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے خاتمہ سے ان کے دینی، علمی اور تہذیبی چراغ کی لو مدھم پڑنے لگی۔ برصغیر کے حالات کے پیش نظر یہ دو تہذیبوں، دو تعلیمی نظاموں اور زندگی کے دو نظریوں کے تصادم کا زمانہ تھا۔ مسلمان برطانوی اقتدار کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ اس ماحول میں مسلمان معاشرہ اضطراب، کمزوری، کم ہمتی و کم حوصلگی اور ناامیدی کی گھمبیر تاریکیوں میں ڈوب رہا تھا۔ مسلمانوں کے فکر و عمل

اخلاق و کردار اور عادات و اطوار سب پر انحطاط کا رنگ چھا رہا تھا۔ مغربی تہذیب پھیل رہی تھی۔ مغربیت کے جلو میں مادیت، دہریت اور فحاشی فروغ پا رہی تھی۔ مسلمانوں کی سیاست، معاشرت اور علم و حکمت پر فرنگی طرز عمل غالب آرہا تھا۔ جبکہ اسلامی زندگی ہر طرف جمود و تنزل کی پستیوں میں اتر رہی تھی۔ لیکن اسلام چونکہ آفاقی اور دائمی دین ہے لہٰذا امت مسلمہ کی بقا اور تسلسل اس کا لازمی تقاضا ہے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ملت کی سیاسی بیداری، علمی و فکری ارتقا اور تمدنی و سماجی اصلاح سب کا دارو مدار اول و آخر ملت کی روحانی تربیت پر ہے۔

ان حالات میں جناب حضرت قاضی محمد سلطان عالم نے علم و عرفان اور خدمت دین کا اپنا آبائی منصب سنبھالا۔ ابتدائی زندگی میں آپ کو ناسازگار حالات سے گزرنا پڑا۔ بچپن میں ہی آپ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں اور آپ کی پرورش، تربیت اور سرپرستی کا واحد سہارا آپ کے والد گرامی جناب قاضی محمد رکن عالم کی ذات تھی۔ لیکن ہر مصیبت کا کوئی روشن پہلو بھی ضرور ہوتا ہے۔ چھوٹی عمر میں شفقت مادری سے محرومی آپ میں خود اعتمادی پیدا کرنے کا سبب بنی جو مستقبل میں آپ کی عظیم شخصیت کی تعمیر کے لئے ضروری تھی۔ اس سبب سے آپ کے اندر دوسروں کے لئے رحم اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا جو روحانی منصب سنبھالنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ سیرت و کردار کے لحاظ سے آپ بچپن ہی سے پارسا اور نیک تھے۔ ان خوبیوں کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ اور ابتدا ہی سے آپ کی طبیعت عبادت اور ذکر الٰہی کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ جلد ہی آپ نے راہ سلوک اختیار کی۔ روحانی تربیت حضرت محمد بخش ؒ سے حاصل کی جن کی خانقاہ سرائے عالمگیر موضع باولی شریف میں واقع ہے۔ آپ نے ان کی خدمت میں بارہ سال بسر کیے۔ تکمیل سلوک ننگروٹ والے (برلب دریائے جہلم) حضرت محمد حیات زبیری سے کی۔ پیر محمد نیک عالم شاہ گوڑہ سیدان میرپور سے بھی فیض حاصل کیا۔ اس طرح آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کی دونوں شاخوں زبیریہ اور سیفیہ کا فیضان حاصل تھا۔ البتہ آپ حافظ محمد حیات ؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔

عادات و معمولات

منصب ارشاد وہدایت کی ذمہ داریوں کو نبھانا انتہائی کٹھن کام ہے۔ یہ اپنے آپ کو

عمر بھر کے لئے کڑی ریاضت اور مجاہدے کی آزمائش میں ڈالنا ہے جس میں نفس کو خواہشات، طمع، لالچ، لذتوں اور برائیوں سے روکنا، جسم کے آرام کو نظر انداز کرنا اور اپنا بیشتر وقت عبادت اور خدمت خلق میں گزارنا شامل ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

چنانچہ منصب ارشاد کے تقاضے پورے کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ اس کے لئے روحانی تربیت اور آہنی عزم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے تو حضرت قاضی سلطان عالم کی زندگی شروع سے ہی اتباع شریعت، انتہائی سادگی اور عبادت گزاری سے عبارت تھی۔ آپ کی بسر اوقات بالکل سادہ تھی۔ لباس میں موٹے کھدر کے کپڑے پہننا پسند تھا۔ ننگی چارپائی پر چادر بچھا کر یا فرش پر سونا معمول تھا۔ خوراک میں خشک روٹی، چٹنی اور بھونے ہوئے چنے تناول فرماتے۔ سالن اور میٹھی چیز کم استعمال کرتے۔

وضو کے ساتھ مسواک کرنا معمول تھا۔ مٹی کا لوٹا استعمال کرتے۔ روحانی مشقت بکثرت فرماتے تھے۔ شب بیداری آپ کی مستقل عادت تھی۔ رات کو پیر سید محمد نیک عالم شاہ صاحب کے اشعار پڑھا کرتے۔ تہجد کی صرف آٹھ رکعتیں پڑھتے۔ ہر نماز کے بعد ختم خواجہ محمد خان عالم قدس سرہ آپ کا معمول تھا۔ فجر سے اشراق تک اور عصر سے مغرب تک مراقب رہا کرتے۔ اس دوران دنیوی گفتگو نہ فرماتے۔ ظہر کے بعد کتابی اوراد و وظائف پڑھتے۔ دلائل الخیرات شروع میں ہر روز پوری پڑھتے۔ آخر میں یومیہ منزل معمول رہا۔ درود مستغاث بھی معمولات میں شامل تھا۔ فجر کے بعد سورہ یاسین، عصر کے بعد سورہ النباء، مغرب کے بعد سورہ الواقعہ اور عشا کے بعد سورہ الملک و سجدہ کی تلاوت معمول تھا۔ ہر روز نماز مغرب کے بعد چھ نوافل اوابین پڑھتے۔ روزانہ چار نفل اشراق اور سال میں ایک مرتبہ دعائے عاشورہ بھی پڑھا کرتے۔

آپ کی زندگی زہد و ریاضت اور رشد و ہدایت کی مسلسل کہانی ہے۔ ایک ایک نقش حیات اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ آپ ہر طرح سے

جامعیت اور اعتدال کی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کی عظمت کردار اور حسن سیرت کے چند نمایاں پہلو ذیل میں اجاگر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ تعلق باللہ

آپ کی زندگی تعلق باللہ کی اساس پر استوار عبدیت اور روحانیت کا پیکر تھی۔ ہر وقت متوجہ الی اللہ اور مشاہدہ حق میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان خواہ کسی کام میں مشغول ہو، اس کی توجہ اللہ کی جانب رہنی چاہئے۔ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں ہمیشہ مسجد میں قیام فرمایا کرتے تھے تاکہ توجہ الی اللہ ہر وقت برقرار رہے۔

۲۔ اتباع سنت

انسان کے لئے زندگی کے کسی بھی شعبے میں ترقی کے اوج کمال پر پہنچنے، ہدایت یاب ہونے، کامیابی و کامرانی حاصل کرنے اور فلاح و نجات پانے کے لئے محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور اسوہ حسنہ پر عمل کرنا شرط ہے۔ بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سنت کی پیروی ہی میں ساری فضیلت پوشیدہ اور آپ کی شریعت پر عمل کرنے میں ہی ساری بڑائی مضمر ہے۔ حضرت خواجہ محمد سلطان عالم کے نزدیک نقشبندی مجددی سلسلہ طریقت اختیار کرنے میں مصلحت یہی تھی کہ دیگر تمام سلاسل کی نسبت اس مسلک میں اسوہ حسنہ کی پیروی اور اتباع شریعت پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کی زندگی اتباع سنت اور پیروی شریعت کا مکمل نمونہ تھی۔ آپ کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا اور بولنا سب اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔ آپ ولی کامل تھے اور مقام ولایت کی ابتدا اور انتہا اتباع رسول ہی ہے۔ آپ ایک طرف عشق مصطفیٰ سے اس قدر سرشار تھے کہ لوگوں کو یوم میلاد النبی پر ذکر رسول ؐ کی محفل بپا کرنے اور آپ کے ذکر پاک سے فیض یاب ہونے کی تلقین فرماتے اور دوسری طرف اتباع شریعت میں انہیں یہ ہدایت کرتے کہ کسی ایسی مجلس میں شریک نہ ہوں جہاں کی مصروفیات نماز با جماعت کی ادائیگی میں حائل ہوں۔

چونکہ سلسلہ نقشبندیہ کی اٹھان ہی اتباع سنت اور پیروی شریعت پر ہے۔ اور یہی تمام مشائخ سلسلہ کی فکری و عملی توجہات اور مساعی کا محوری نکتہ ہے. لہٰذا حضرت خواجہ محمد سلطان عالم سالکوں کو اوراد و اذکار. مراقبات و مجاہدات اور زندگی کے تمام اعمال و افعال میں ہمیشہ اتباع سنت کی تاکید فرماتے۔ آپ طریقت اور شریعت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

العزیز کے کامل متبع تھے۔ ظاہر و باطن میں، لباس و خوراک میں، رفتار و گفتار میں، غرض زندگی کے ہر پہلو اور رخ میں آپ سنت مصطفیٰ ؐ کی عملی تصویر تھے۔ آپ کے گھر کا پورا ماحول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز معاشرت کا آئینہ تھا۔ جناب خواجہ صاحب کے بے پایاں روحانی فیوض اور بے پناہ مقبولیت کی بنیادی وجہ یہی کمال اتباع سنت اور غایت درجہ احترام شریعت تھا۔ اسی وجہ سے آپ کے وابستگان اور تربیت یافتگان بھی ہر معاملے میں شریعت کی پیروی اور اتباع سنت کی پابندی کا شدید اہتمام کرتے ہیں۔

خود داری و استغنا

حضرت خواجہ محمد سلطان عالم ولی کامل تھے۔ اور ہر وقت اپنی تمام تر توجہ اللہ کی جانب رکھتے ہوئے ذکر و عبادت میں مصروف رہتے۔ خدا پر آپ کا بھروسہ اس درجہ تھا کہ اپنی ضروریات کے سلسلے میں دوسرے لوگوں سے بالکل بے نیاز رہتے آپ کا اثاثہ توکل، قناعت اور استغنا تھا۔ کسی صاحب ثروت اور صاحب اقتدار سے کسی قسم کا رابطہ تھا نہ رابطہ بڑھانے کی خواہش تھی۔ کبھی کسی دولت مند یا صاحب ثروت کے ہاں نہیں گئے۔ کبھی کبھار اگر کسی غریب کی خواہش پر ان کے ہاں جاتے تو انتہائی سادہ کھانا تناول فرماتے۔ گھر والوں کو خاص اہتمام کرنے سے سختی سے منع کرتے۔ بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ اکثر فرماتے اگر کسی شخص کے ہاں جاتے ہوئے راستے میں مالی منفعت کا خیال آئے تو وہیں سے پلٹ جانا چاہئے۔ آگے نہ جانا چاہئے۔

عجز و انکساری

عجز و تواضع انسان کی اخلاقی خوبیوں میں اولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ انسان کے تمام

دوسرے اوصاف و کمالات کا سرچشمہ ہے۔ کسی شاعر نے بجا طور پر کہا ہے۔

پردہ عجز میں مخفی ہے تیرا اوج کمال
خاکساری میں نہاں رتبہ اعلیٰ تیرا

اس لحاظ سے حضرت قبلہ خواجہ صاحب کی مقدس زندگی میں عجز و انکساری کا وصف

اس قدر نمایاں تھا کہ جس شخص نے چند منٹ بھی کبھی آپ کی صحبت سے استفادہ کیا. وہ آپ کی اس خوبی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ کی زندگی سادگی اور عاجزی کا پیکر تھی۔ ہمیشہ مسجد میں ٹھکانا، فرش پر یا ننگی چارپائی پر سونا، یا زیادہ سے زیادہ اس پر ایک سادہ چادر بچھا دینا۔ نشست و برخاست انتہائی سادہ اور بے تکلّفانہ، لوگوں میں گھل مل کر رہتے۔ دستر خوان پر سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ ہر چھوٹے بڑے کام میں لوگوں کے ساتھ برابر شریک ہو جاتے۔ اپنے ہاں خود مہمانوں کے ہاتھ دھلانے اور کھانا کھلانے کو سعادت سمجھتے۔ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر فوقیت دیتے۔ شدید سردی کے موسم میں رضائی دوسرے ساتھیوں کو دے کر خود چادر لئے سو رہتے۔ رات کو اٹھ کر بیمار ساتھیوں کی خدمت کرتے۔ ان کا جسم دابنے لگتے۔ یہ تواضع کی انتہا ہے جو آپ کے پورے خاندان کو ودیعت ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ کے جانشین اور ان کی اولاد بھی عجز و تواضع کی پیکر مجسم اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہے۔

طرق اصلاح و تربیت

آپ اپنی اخلاقی اور روحانی قوت کو کرامات اور تصرفات کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ سالکین کی اصلاح احوال اور ان کی تربیت نفس کی خاطر استعمال کرتے تھے۔ انسانی تربیت و اصلاح کے بنیادی دائرے تین ہیں۔ (۱) فکری تربیت (۲) عملی تربیت اور (۳) روحانی تربیت۔ حضرت خواجہ محمد سلطان عالم کی اصلاحی خدمات ان تینوں دائروں پر محیط ہیں۔ آپ کے تربیتی نظام فکر کے سوتے قرآن و سنت کے سرچشمے سے پھوٹے ہیں۔ اور اس کے عملی خدوخال نقشبندی سلسلہ طریقت کے صدیوں پر محیط پاکیزہ تجربات سے متعین ہوئے۔

(۱) تعمیر فکر. اس میں شک نہیں کہ تعمیر فکر ہی سے زندگی میں انقلابات برپا ہوتے

ہیں۔ جب تک انسان کے ذہنی رویئے اور سوچ و فکر کا دھارا نہ بدلے، اس کی عملی زندگی میں کسی مثبت تبدیلی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کی عملی زندگی اس کے خیالات کا پرتو ہے۔ افکار و خیالات سے ہی ہم زندگی کے مقاصد کا تعین کرتے ہیں۔ مقاصد اعمال و کردار کا محرک بنتے ہیں۔ اعمال کی تکرار سے عادات قائم ہوتی ہیں۔ عادات کی تربیت و تنظیم سے سیرت تشکیل پاتی ہے اور سیرت ہی ہماری قسمت کا تعین کرتی ہے۔ لہٰذا فکر کی اصلاح و تربیت پر ہی فرد کے تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت کا انحصار ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر صوفیائے کرام انسانی اصلاح و تربیت کا آغاز ہمیشہ فکر اور اصلاح خیال سے کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سالک کا عمل درست کرنے سے پہلے اس کے ادارک و احساس کو درست کرنا ضروری ہے۔ شیطانی وسوسوں اور شہوات سے دل کو پاک کرنا اور نیت و خیال کو صالح بنانا تربیت اور اصلاح کا نکتہ آغاز ہے۔ اسی لئے بعض جلیل القدر صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ "تصوف در حقیقت تصحیح نیت کا نام ہے۔" اس تناظر میں جب ہم حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ کے منہج اصلاح و تربیت پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی توجہ کا مرکزی نکتہ ہی فکری اصلاح و تربیت رہا۔ اس ضمن میں آپ حسب ذیل طریقے اختیار فرماتے تھے۔

الف۔ فکری اصلاح کی اولین صورت یہ ہے کہ مرشد و مربی سالک کی تمام ذہنی و قلبی واردات، اس کے خیالات، خطرات اور وسوسوں سے آگاہ رہے۔ جس طرح جسمانی معالج مرض کی تمام کیفیات اور جملہ علامات سے واقفیت کے بغیر صحیح تشخیص و تجویز نہیں کر سکتا۔ اسی طرح روحانی معالج کا مرید کی تمام کیفیات سے واقف رہنا ضروری ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ سالک خود اعتراف کرے اور اپنی ہر واردات کی مرشد کو اطلاع دے۔ دوسرا مرشد اپنی بصیرت اور کشف کے ذریعہ مرید کے ذہنی و فکری احوال سے آگاہ ہو جائے۔

اس ضمن میں قبلہ خواجہ صاحب سالکوں کی واردات ذہنی و قلبی سے آگاہی کا خاص اہتمام اور شدید نگرانی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ کبھی کسی شخص کو اس کی عملی کوتاہی، نقص یا خامی پر برملا نہیں ٹوکتے تھے۔ بلکہ اکثر اپنی توجہ اور نسبت کی تاثیر سے اصلاح فرمایا کرتے۔ اس کے علاوہ آپ اپنی فراست و بصیرت کے ذریعہ بھی حاضرین کے

اذہان و قلوب کی طرف متوجہ رہتے اور جب بھی سالک میں کسی غلط خیال، خام فکر یا وسوسے کا شائبہ پاتے تو فوراً اس کا برملا اظہار کر کے نہایت خوبصورت طریقے سے اس کا تدارک فرما دیتے۔ اس معاملے میں آپ چھوٹی سے چھوٹی خطا یا لغزش کے لئے بھی مناسب تنبیہ فرماتے۔ البتہ تنبیہ و اصلاح کا طریق کار اتنا حسین اور اعلیٰ تھا کہ کبھی کسی کی ندامت کا دوسروں کے سامنے اظہار نہ ہونے پاتا۔ بلکہ صاحب معاملہ خود ہی اپنے باطن میں خطا کا احساس کر لیتا اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کو مدنظر رکھتا۔

افکار و خیالات سے ہی اعمال ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یہ خیالات فاسد بھی ہو سکتے ہیں اور نیک بھی۔ فاسد خیالات سے برے اعمال جنم لیتے ہیں اور نیک خیالات سے اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں۔ برے خیالات ایک دائرے یا حلقے کی صورت میں ذہن پر حاوی ہوتے ہیں۔ شرانگیز خیالات کا یہ حلقہ توڑا جا سکتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان مکمل طور پر اپنے آپ کو کسی رہبر کامل کی رضا پر چھوڑ دے۔ کامل اطاعت اور سپردگی کا یہ تعلق جو تصوف کی اصطلاح میں بیعت کہلاتا ہے. انسان کے ذہنی و فکری دائرہ شر کا خول توڑ دیتا ہے۔ جناب خواجہ محمد سلطان عالم کے نظام اصلاح و تربیت میں ہمیں اس کی بھرپور جھلک ملتی ہے۔ آپ کی ذات گرامی قدم قدم پر مریدین کی فکری اصلاح و رہنمائی کرتی نظر آتی ہے۔

فاسد اور باطل خیالات انسانی ذہن میں پراگندگی، انتشار اور لامرکزیت پیدا کرتے ہیں۔ اس سے شخصیت میں ہیجان و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اس انتشار و اضطراب کے علاج کے لئے ظن و تخمین پر مبنی علم انسان کو کبھی تسکین نہیں بخش سکتا۔ اس کے لئے صحیح علم اور صالح فکر درکار ہے۔ علم صحیح معنوں میں اس وقت مفید ہوتا ہے اور علم کا درجہ پاتا ہے. جب یہ یقین کے درجے تک پہنچ جائے۔ ایسا ہی علم، بقول شیخ ابوالنجیب سہروردی، جب قلب تک پہنچتا ہے تو دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں وہ حق و باطل کو دیکھنے لگتا ہے۔ اور ہدایت و گمراہی کا فرق معلوم کر لیتا ہے۔ ایسا علم انسان کو ایمان و یقین کی دولت سے سرشار کر کے جادہ قرب الٰہی پر گامزن کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے قریب ہونے پر ہی انسان کی ذہنی و فکری صحت کا دار و مدار ہے۔

جناب خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ کا نظام اصلاح و تربیت اسی نظریہ علم پر استوار تھا۔ آپ تعلیم و تدریس، ارشاد و ہدایت اور اصلاح و تربیت میں ہمیشہ ایسے نکات پر توجہ فرماتے تھے

جن کا تعلق قرب الٰہی سے ہو۔ چنانچہ عبادت و خشیت، فکر آخرت، ذکر الٰہی اور معرفت خداوندی آپ کی گفتگو کے اساسی موضوعات تھے۔ اشعار سناتے تو انہی موضوعات پر، واقعات بتاتے تو انہی حوالوں سے، حتیٰ کہ آیات قرآنی کی تشریح و تفسیر میں بھی انہی موضوعات اور نکات پر توجہ مرکوز رکھتے۔ اس ضمن میں آپ متعلقین کو ہمیشہ ذکر الٰہی اور توجہ الٰہی میں مصروف رہنے کی تلقین فرماتے۔ ظاہر ہے کہ جب سالک کا دل اور اس کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہے اور وہ کوئی بھی کام کر رہا ہو، توجہ الی اللہ میں فرق نہ آنے پائے تو اس کے سب خدشات، اس کی تمام الجھنیں اور ذہنی انتشار ختم ہو کر رہ جائے گا۔ یقینی طور پر ذہنی و فکری اضطراب کا علاج یہی عرفان حقیقی اور توجہ الی اللہ کی روحانی کیفیت ہے۔ ارشاد ربانی ہے "الا ان بذکر اللہ تَطْمَئِنَّ القلوب" ترجمہ = خبردار ہو جاؤ کہ (انسانوں کے) دل صرف خدا کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کے اسی ابدی اصول کے تحت حضرت خواجہ محمد سلطان عالم بھی ہر طرح کے ذہنی انتشار اور روحانی اضطراب کا علاج قلبی مرکزیت اور ذکر الٰہی کے ذریعے کرتے تھے۔

انسان کا ہر فعل واقعات کی دنیا میں ظہور پذیر ہونے سے پہلے اس کے فکر و خیال کی باطنی دنیا سے گزرتا ہے۔ کوئی منفی خیال جب عمل کی صورت اختیار کرے تو تباہ کن ہوتا ہے۔ چنانچہ تزکیہ نفس ہی وہ ذریعہ ہے جس کی بدولت خیال و فکر کو عملی برائی میں تبدیل ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔ تمام نفسیاتی طریقہ ہائے علاج کا مدعا ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ نفس میں تبدیلی لائی جائے۔ اس کا سب سے موثر طریقہ قلب کو بیدار کرنا ہے۔ جب قلب قوت حاصل کر لیتا ہے تو نفسانی خیالات خود بخود کمزور ہو جاتے ہیں۔ اقبال نے خوب کہا ہے۔

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

اس تقویت قلب اور ماہیت نفس میں تبدیلی کا اہم ترین ذریعہ ذکر خفی ہے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ دھلوی فرماتے ہیں۔ "ذکر نفسانی خطرے اور شیطانی وسوسے سے دل کی صفائی کرتا ہے اور باطن کو اس طرح بھرتا ہے کہ اگر کوئی خطرہ دل میں آنے لگے تو ہرگز نہ آسکے۔" جناب قاضی محمد سلطان عالم تعمیر فکر اور تزکیہ نفس کے عمل میں ذکر خفی کی اس

اہمیت و تاثیر سے پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے آپ ذکر پر مداومت کی تلقین فرماتے۔ آپ ذکر کو تعمیر فکر اور تطہیر قلب و ذہن کا واحد علاج سمجھتے تھے اور اسے تجلی قلب کے لئے اکسیر گردانتے تھے. اسی لئے آخر وقت بھی ساتھیوں کو یہی وصیت فرمائی کہ "نماز پڑھنا اور اللہ کا ذکر کرتے رہنا۔"

اصلاح عمل

عمل انسانی شخصیت کا حقیقی مظہر ہے۔ یہ فکر و خیال کا عکس اور عقیدہ و ایمان کا پر تو ہے۔ اس طرح فکر و عمل کا باہمی رشتہ لازم و ملزوم کا ہے۔ بقول امام غزالیؒ "انسان کے ظاہر (عمل) اور باطن (فکر) کے درمیان ایسا گہرا ربط ہے کہ ہمیشہ ایک کا دوسرے پر انعکاس ہوتا رہتا ہے۔" بقول شاہ ولی اللہؒ "انسان اپنے ارادہ و اختیار سے جو عمل بھی انجام دیتا ہے، وہ اس کے باطن میں ایک پائدار اثر چھوڑتا ہے جو اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ عمل کی نوعیت کے مطابق انسان کا نقش نورانی بنتا جاتا ہے یا اس پر ظلمت چھا جاتی ہے۔" اس لحاظ سے شخصیت کی نشوونما میں عمل صالح کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ بقول اقبال

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

یہی وجہ ہے کہ تصوف تعمیر باطن کے ساتھ ساتھ تعمیر ظاہر پر بھی زور دیتا ہے اور صوفیائے کرام اپنے نظام تربیت و سلوک میں اصلاح اعمال و احوال. عادات و اطوار اور تعمیر سیرت و کردار کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اس حوالے سے جب ہم حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ کے نظام اصلاح و تربیت پر ایک نظر ڈالتے ہیں. تو حسب ذیل بنیادی امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ عملی اصلاح اور تربیت کے ضمن میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ وعظ و نصیحت. زبانی تلقین اور تبلیغ و ارشاد کی نسبت عملی نمونہ زیادہ قوی، موثر اور فعال ذریعہ اصلاح ہے۔ انگریزی زبان کا مشہور مقولہ ہے۔ Example is better than precept یعنی عملی نمونہ وعظ و تلقین سے بہتر ہے۔ ابن خلدون. شاہ ولی اللہ اور دیگر قدیم و جدید ماہرین عمرانیات اس امر پر متفق ہیں کہ تقلید و اتباع فطرت انسانی کا لازمی تقاضا ہے۔ فطرت انسانی کی اس ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت

کے لئے کتب و صحائف اور زبانی ہدایت سے زیادہ انبیاء علیہ السلام کی عملی سیرتوں کے ذریعہ رہنمائی کا اہتمام فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ مجرد الفاظ میں عمل آفرینی کی وہ قوت نہیں ہوتی جو خود نمونہ عمل میں ہوتی ہے۔ نمونہ عمل کی تاثیر براہ راست دل میں اترتی ہے۔ جبکہ وعظ و تلقین کان اور ذہن کی راہ سے بالواسطہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور اگر کبھی وعظ و ارشاد عمل کی توثیق سے محروم ہو، تو اس کا منفی اثر بھی ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والدین اور اساتذہ کی تعلیم و تلقین سے زیادہ اولاد اور تلامذہ پر ان کی عملی سیرت و کردار کا اثر پڑتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صرف نمونہ عمل کے ذریعہ تربیت ہی زندگی میں انقلاب برپا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔

صوفیائے کرام انسانی تربیت و اصلاح کے کام میں انبیاء کرام کے حقیقی جانشین ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا طریقہ تربیت زبانی تلقین کے بجائے عملی ہوتا ہے۔ وہ کہنے سے پہلے کر کے دکھاتے ہی۔ بتانے سے زیادہ سکھاتے ہیں۔ کانوں کے بجائے دل کی راہ سے تحریک عمل دیتے ہیں۔ چونکہ وہ محض تقریر نہیں کرتے، اس لئے مجسم افادہ اور سراپا فیض بن جاتے ہیں۔

اس تناظر میں جب ہم حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ کے طریق اصلاح و تربیت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ تو کشمیر کی تاریک وادیوں کو ایمان و عرفان کی تابانیوں سے جگمگانے والا یہ مرشد حقانی اپنے کردار و عمل کی شمع سے ہر سو اجالے پھیلاتا نظر آتا ہے۔ یہ ذات گرامی قدر وہ ہے جس کا ہر نقش حیات اسوہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دار ہے اور جس کی ہر عادت اسلامی طرز حیات کا نمونہ ہے۔ آپ مریدین کو ان کی عملی کمزوریوں پر برملا ٹوکتے نہیں تھے. بلکہ اپنے نمونہ عمل کے ذریعے ان کی اصلاح و تربیت کرتے تھے۔ ہمیشہ سفر و حضر میں مسجد کے اندر قیام فرماتے جہاں تمام ساتھی بآسانی ہر وقت آپ کے طرز عمل کا مشاہدہ کرتے اور رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ ساتھیوں میں گھل مل کر رہنا، ان کے ساتھ کام میں شریک ہو جانا، اپنے کام خود کر لینا اور اس سب کچھ کے ساتھ اپنے روحانی معمولات مکمل پابندی اور استقامت کے ساتھ انجام دینا سالکوں کے لئے عملی تربیت کا بہترین ماحول فراہم کرتا تھا۔ بلاشبہ یہ مناسب ترین طریق اصلاح و تربیت ہے کہ اس میں پیغمبرانہ اصلاح کی پاکیزگی جھلکتی ہے۔

نمونہ عمل کے بعد تعمیر سیرت و کردار کے ضمن میں دوسرا مؤثر ذریعہ عملی ریاضت و

مجاہدہ ہے۔ صوفیاء کرام کے ہاں خانقاہی مراکز کا قیام دراصل عملی ریاضتوں اور مجاہدوں کی تربیت مہیا کرنے کے لئے عمل میں آتا ہے۔ ان تربیت گاہوں میں سالکین کو اسلامی طرز زندگی کے نمونے پر ڈھلنے کے لئے ایک پاکیزہ ماحول فراہم کیا جاتا ہے۔ اس ماحول کے تین بنیادی عنصر ہیں۔ خلوت، ذکر و فکر اور محتاط خوراک۔ خلوت کثافتوں اور آلودگیوں سے بچاتی ہے اور بری صحبتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ ذکر و فکر سے توجہ الی اللہ کو استحکام ملتا ہے۔ لغو اور باطل کلام سے نجات مل جاتی ہے۔ نہایت سادہ، پاکیزہ اور اہتمام کے ساتھ تیار کی جانے والی خوراک کھانے سے سالک میں شہوات نفسانی کم ہو جاتی ہیں۔ یوں خانقاہ کا ماحول عملی ریاضت و مجاہدہ کے لئے ہر لحاظ سے سازگار فضا مہیا کرتا ہے۔

خانقاہی ماحول کی اسی اہمیت کے پیش نظر قبلہ حضرت قاضی صاحب نے کار اصلاح و ارشاد کا آغاز ہی ایک ایسے مرکز کی تیاری سے کیا جہاں لوگ دور دراز سے آکر کچھ عرصہ کے لئے مقیم رہ سکیں اور شیخ کے نمونہ عمل کا مشاہدہ کریں اور اس کے اعمال و افعال پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہو کر اصلاح و تربیت پا سکیں۔ جناب قاضی صاحب ساتھیوں کی اصلاح و تربیت میں تین چیزوں کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ایک اصول تدریج و تنوع، جس کا مدعا یہ ہے کہ ہر انسان کے منفرد مزاج، مخصوص طبیعت اور استعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے مناسب حال اعمال و اشغال اور اوراد و اذکار کی تلقین فرماتے۔ اس سے ہر سالک اپنی استعداد اور عقلی ارتقا کے مطابق منازل سلوک طے کرتا چلا جاتا تھا اور یہی سلسلہ نقشبندیہ اور نظام تصوف کا عمومی اصول تربیت ہے۔

دوسرا بنیادی اصول جو آپ عملی تربیت میں ملحوظ رکھتے، شخصی رابطہ اور انفرادی توجہ کا اصول تھا۔ یہ طریقہ مسلمانوں کے نظام تعلیم و تربیت کا ہمیشہ بنیادی دستور رہا ہے۔ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمتہ ہر ایک ساتھی پر خصوصی شفقت و عنایت کی نظر رکھتے تھے۔ تمام وابستگان یکساں توجہ اور نگاہ عنایت سے فیض یاب ہوتے۔ مجلس میں ہر ایک یہ محسوس کرتا کہ قبلہ قاضی صاحب میری طرف متوجہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مختصر عرصہ میں ہزاروں انسانوں کے دل و دماغ بدل دئے، طرز زیست بدل دیا۔ اور مزاج و عادات میں انقلاب برپا کر دیا۔

تیسری چیز جو قبلہ قاضی صاحب عملی تربیت میں مدنظر رکھتے، وہ ہر معاملے میں اتباع شریعت اور پیروی سنت کا شدید اہتمام تھا۔ چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی شریعت کی پابندی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مقصود ٹھہراتے، آپ فرمایا کرتے کہ جھوٹ سے بچنا . رزق حلال کھانا اور نماز کی پابندی کرنا ولایت ہے۔ اور بلاشبہ یہی دین کی تعلیمات کا نچوڑ اور سنت نبوی کا خلاصہ ہے۔ تنہائی میں غیر محرم کے پاس بیٹھنے کی ممانعت، مرد اور عورت کی طرف سے اجتناب کی تلقین، فضول اور لایعنی کاموں سے گریز کی ترغیب بلکہ ایسے کاموں سے مکمل اجتناب کی عملی تربیت فرماتے تھے۔

عملی تربیت کے ضمن میں آپ صبح و شام باقاعدہ حلقہ ذکر میں ساتھیوں کو اپنی توجہ سے نوازتے اور پورے اہتمام کے ساتھ ذکر الٰہی کی عملی مشق و ریاضت سے گزارتے آپ اعلیٰ درجے کے سماجی شعور اور تہذیبی احساس سے سرشار تھے۔ اور حقوق العباد، معاشرتی معاملات، سماجی روابط اور دنیوی امور کی تربیت بھی اعلیٰ پیمانے پر فرماتے تھے۔ نظم و ضبط، معاملہ فہمی، تمدنی بصیرت اور دنیوی شعور کی نشوونما اس معیار پر کرتے کہ آپ کے تربیت یافتگان زندگی کے ہر موڑ پر ہر رخ سے کامیاب و سرفراز رہتے۔ حقوق العباد کی ادائیگی اور سماجی روابط کی پاسداری کے معاملے میں آپ بے حد حساس تھے۔

تزکیہ روح

تصوف دراصل اسلام کے روحانی نظام کا عنوان ہے اور صوفیا اسلامی روحانیت کے علمبردار۔ اس اعتبار سے اولیائے کرام کے نظام اصلاح و تربیت میں تزکیہ روح کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت قاضی محمد سلطان عالم قدس سرہ العزیز کی اصلاحی جدوجہد کا محور بھی یہی تہذیب قلوب اور تزکیہ نفوس و ارواح رہا ہے۔ ابتدا میں آپ قرآن کریم کی تعلیم اور علوم دین کی تدریس فرمایا کرتے تھے۔ مگر آپ کے شیوخ طریقت یعنی باولی شریف والے بزرگوں نے آپ کو خواب میں فرمایا، "ظاہری علم پڑھانے والے بہت ہیں۔ آپ علم باطنی پڑھایا کریں۔ اس فرمان کے بعد آپ نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ منقطع کر دیا اور اصلاح قلوب و ارواح میں ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ سالکین کی روحانی اصلاح و تربیت کے ضمن میں

آپ کے ہاں حسب ذیل چیزوں کا بطور خاص اہتمام ملتا ہے۔

۱۔ روحانی زندگی کا پہلا قدم باطن کی آگہی اور روح کی شناخت ہے۔ اس کی پہلی شرط کسی پاکیزہ ہستی کے ساتھ ارادت کا حقیقی رشتہ استوار ہونا ہے۔ جسے بیعت کہتے ہیں۔ بیعت دراصل اطاعت کا عہد اور ایک بندھن ہے جو مرید کا تعلق مرشد کے ساتھ جوڑ کر اسے اپنے روحانی وجود کا احساس دلاتا ہے۔ یہی احساس بتدریج فروغ پاکر اس کا شعور بن جاتا ہے اور بالآخر وہ روحانی مسرت کی منزل سے ہمکنار ہوتا ہے۔

جناب خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ نے بیعت کو معمول کے روایتی طریقہ سے نکال کر ایک انتہائی اہم اور اثر انگیز مرحلہ اصلاح و انقلاب کی حیثیت دی۔ آپ کسی آدمی کو اس وقت سلسلہ شریف میں داخل فرماتے اور روحانی اعمال و اشغال تلقین فرماتے جب اچھی طرح اسے عملی طور پر تجدید فطرت، تزکیہ روح اور مرحلہ احساس کے انقلاب سے گزار لیتے۔ بیعت کی رسمی صورت سے زیادہ اس کی معنوی اور حقیقی تاثیر پر آپ کی نظر تھی۔

روحانی اصلاح کے دو بنیادی لوازم ہیں۔ ایک سالک کے اندر دنیا میں ملوث نہ ہونے کا احساس پیدا کرنا تاکہ وہ اپنی توجہ دنیا سے موڑ کر آخرت کی طرف کر لے۔ اس مقصد کے لئے اس میں توکل اور قناعت کے اعلیٰ روحانی اوصاف پیدا کرنا ضروری ہے۔ ان اوصاف کو پیدا کرنے کے لئے سالک سے کبر، انا اور خود پسندی کو دور کرنا لازم ہے۔ نیکی اور روحانیت کی اعلیٰ زندگی ہمیشہ عجز و انکساری، اطاعت اور تسلیم و رضا کے ماحول میں پرورش پاتی ہے۔ جناب خواجہ صاحب کے طرز اصلاح و تربیت میں اس پہلو پر بہت زیادہ توجہ اور شدید اہتمام ملتا ہے۔ آپ ساتھیوں کو ذکر و فکر، ہروقت متوجہ الی اللہ رہنے اور آخرت کو ہر لحہ یاد رکھنے کی تلقین زبان اور عمل سے فرمایا کرتے۔ دوسرا سلوک کے لوازم آپ کے نزدیک کم گفتن، کم خوردن اور کم خفتن ہیں اور یہ سب چیزیں زہد و تقویٰ کی آئینہ دار ہیں۔

جناب قاضی صاحب علیہ الرحمتہ خود ہمیشہ متوجہ الی اللہ رہتے۔ ایسے شیخ کامل کے وابستگان میں کبر و انا کا شائبہ تک بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ جو مریدوں کے ساتھ گھل مل کر رہتا ہے۔ زمین کاشت کرنے، مسجد کی لپائی کرنے اور اس طرح کے دیگر کاموں میں ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ ان کے ہمراہ دسترخوان پر کھانا کھاتا ہے۔ زمین پر سو رہتا ہے

اور رات کو اٹھ کر بیمار مرید کا جسم دابنا شروع کر دیتا ہے۔ واقعی آپ اپنے قول و فعل سے اپنے زیر تربیت سالکین کو تکبر اور نخوت کی برائی سے بالکل پاک و محفوظ رکھتے تھے۔

روحانی تربیت و اصلاح کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تربیت اصطلاحی جو خانقاہی مراکز میں سالکین کو مستقل یا معینہ وقت کے لئے قیام کے ذریعہ محتاط خوراک، خاص معمولات اور اعمال و اشغال کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ کی راہ سے منازل سلوک طے کرانے پر مشتمل ہے۔ دوسرے شیخ کی توجہ سے فیض اور تربیت سالک اس کا طریقہ یہ ہے کہ شیخ مرید کو ظاہر میں احکام شریعت کی پابندی میں مشغول رکھے اور باطن میں اپنی ہمت اور توجہ کی قوت نفوذ مرید کی درستی میں صرف کرے۔ حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ نے اگرچہ تربیت اصلاحی کا نظام قائم فرمایا لیکن زیادہ تر آپ نے سالکین کی روحانی تربیت اپنی ہمت و توجہ کے نفوذ، اپنی پاکیزہ نسبت کی تاثیر اور باطنی جاذبیت کے ذریعہ فرمائی۔ آپ نے اپنی انتہائی قوی اور سریع الاثر نسبت اور اپنی نہایت بلند اور پاکیزہ توجہ کے ذریعہ ہزاروں انسانوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور ملت کی آئندہ نئی زندگی میں تعمیری کردار ادا کرنے کے لئے تربیت یافتہ روحانی شخصیات کی ایک وسیع جماعت تیار فرمادی۔

حضرت قبلہ خواجہ صاحب کی صحبت نہایت موثر تھی۔ جو بھی پاس آتا، اسے توجہ اور فیض روحانی سے نہال فرمادیتے۔ آپ کی صحبت میں چند دن بیٹھنے والوں کے دل خشیت الٰہی میں ڈوب جاتے۔ انہیں نمازوں اور عبادت پر استقامت نصیب ہوجاتی۔

مرشد سالکین کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واسطہ فیض اور وسیلہ تقرب ہوتا ہے قبلہ قاضی صاحب کی نظر کیمیا اثر نے ہزاروں انسانوں کے دلوں کی دنیا بدل دی۔ جو بھی آپ کے قریب آیا، اپنی استعداد کے مطابق آپ کے روحانی فیض سے بہرہ یاب ہو کر گیا۔ یہ چشمہ آب حیات آج بھی پوری قوت اور روانی کے ساتھ جاری ہے۔ تشنگان علم و معرفت آتے ہیں اور قبلہ قاضی صاحب کی روحانیت کے نقش ثانی، رہبر کامل، حضرت خواجہ محمد صادق دامت انوارہم کی نگاہ فیض گستر سے سیراب ہو کر لوٹتے ہیں۔ اس وقت آپ کے زیر سایہ جو وسیع اور عظیم تحریک احیائے اسلام اور ملی بیداری کے لئے چل رہی ہے، اصلاح معاشرت، تعلیم دین اور تعمیر سیرت کا جو انتہائی مربوط اور موثر نظام جاری ہے، یہ سب حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہٗ کی ان تھک کوششوں کا ثمر ہے۔

حضرت قبلہ خواجہ سلطان عالم ۹ر مئی ۱۹۳۴ء کو واصل باللہ ہوئے۔ ابتدا میں آپ میرپور پیچیال میں اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ لیکن بعد ازاں ۱۹۶۷ء میں منگلا ڈیم کی تعمیر کی وجہ سے آپ کا جسد مبارک وہاں سے منتقل کر کے جامع سلطانیہ کالا دہ جہلم میں دفن کیا گیا۔ جہاں ہر سال آپ کا عرس اسی تاریخ پر بڑے اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ ملک بھر سے ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ عرس میں شریک ہوتے ہیں۔

عارفہ کشمیر حضرت مائی صاحبہ اول رحمتہ اللہ علیہا

حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ العزیز کی زوجہ پاک دامن مکرمہ و محترمہ حضرت مائی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا بھی خود اپنی انفرادی حیثیت میں ولیہ کاملہ اور عارفہ باللہ خاتون تھیں۔ آپ انتہائی دیندار اور عبادت گزار تھیں۔ آپ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین کے لئے وقف کئے رکھی۔ خواتین کی دینی، اخلاقی اور روحانی تربیت کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ زندگی کے ان گنت اور گھمبیر مسائل سے پریشان حال خواتین اپنے دکھوں کا مداوا پانے کے لئے بڑی تعداد میں آپ کے پاس آتیں اور آپ کی نصیحتوں سے بھرپور گفتگو سن کر تربیت نفس کے علاوہ ذہنی اور قلبی سکون واطمینان کا گراں بہا تحفہ لے کر واپس جاتیں۔ موجودہ دور میں آپ کی زندگی قناعت، توکل، سادگی، پاکیزگی اور بردباری کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ آپ کو دنیوی تکلفات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ چنانچہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد صادق صاحب مدظلہ العالی نے اپنی والدہ ماجدہ کے بارے میں دو باتیں ایسی بتائی ہیں، جو صرف خدا کے برگزیدہ بندوں میں ہی ہو سکتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ (۲)

۱۔ مائی صاحبہ نے زندگی میں ایک بار بھی مجھ سے اپنی بہو کی شکایت نہیں کی۔

۲۔ میں نے حضرت مائی صاحبہ کو کبھی زیور پہنے نہیں دیکھا، نہ انہوں نے کبھی زیور کا مطالبہ کیا۔

عارفہ کشمیر حضرت مائی صاحبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں صاحبۃ الارشاد تھیں آپ کی تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں کی بدولت جہلم سے لے کر میرپور اور کوٹلی تک کے پورے خطہ میں

۲۔ اقتباس پمفلٹ بہ عنوان "عارفہ کشمیر حضرت مائی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا" مرتبہ پروفیسر منظور الحق صدیقی، ۹۔ فروری ۱۹۸۵ء۔

اسلام کی معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اقدار کا نفوذ ہوا جس کی بنا پر عوام کی حالت ہر لحاظ سے بہتر ہو گئی۔ آپ کے عقیدت مند پورے ملک اور بیرون ملک میں موجود ہیں۔

حضرت مائی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا کی زیر سرپرستی تحریک تعمیر مساجد و تعلیم القرآن کے سبب سے جابجا مساجد تعمیر ہوئیں اور دینی مدارس قائم ہوئے۔ جو ایک مربوط مرکزی نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ یہاں چندے کے لئے اپیل ممنوع ہے۔ آپ کی کوششوں کی بدولت اب اس پورے علاقہ میں جہاں کسی زمانے میں سو فیصد ناخواندگی تھی، قرآن ناظرہ پڑھنے اور پڑھانے والے اور حفاظ قرآن بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ جن میں خواتین بھی شامل ہیں۔ آپ کے اپنے خانوادے میں بھی کئی حفاظ ہیں۔ یہ سب اندرون ملک اور بیرون ملک خدمت دین پر مامور ہیں۔

حضرت قبلہ مائی صاحبہ اپنی مادری زبان میں تصوف اور معرفت کے موضوعات پر شعر بھی کہتی تھیں۔ درج ذیل عارفانہ کلام ان کے پسندیدہ اشعار پر مشتمل ہے۔

اسم اپنے دی شوق الٰہی ہر دم دیویں مینوں
وقت نزع دے شوقاں اندر یاد کراں مین تینوں
اللہ اللہ کر دیاں جیواں وچ اللہ مرجاواں
جان جان روح جیئے وچ ہووے، تیرا اسم پکاواں
باجھ تیرے کجھ نظر نہ آوے جتول نظر اٹھاواں
اٹھدیاں بہندیاں، مڑدیاں، پھردیاں تیرا ذکر پکاراں
قلب منور کر دے میرا برکت اسم الٰہی
جتول دیکھاں توں ہی دسیں، غیر نہ دسے کائی

ترجمہ:۔ اے خدا مجھے ہر وقت تو اپنے نام کا ذکر کرنے کا شوق عطا کر۔ تجھے میں موت کے وقت ذوق و شوق کے ساتھ یاد کروں۔ میں اللہ اللہ کرتے جیوں اور یہی کہتے مر بھی جاؤں۔ جب تک روح جسم میں موجود رہے تیرا نام دھراتی جاؤں۔ جس طرف بھی نظر اٹھاؤں تیرے بغیر کچھ نظر نہ آئے۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اے اللہ تجھے یاد کرتی رہوں۔ یا الٰہی، اپنے نام کی برکت سے میرا دل روشن کر دے۔ جدھر بھی دیکھوں فقط تو ہی دکھائی دے، غیر کوئی نظر نہ آئے۔ اے میرے رب۔ مجھے اللہ اللہ کا ورد کرتے ہوئے موت نصیب کرنا۔ مرشد اور ماں باپ راضی رہیں اور خدا اپنا فضل مجھ پر رکھے۔

حضرت مائی صاحبہ کی پیدائش ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں ہوئی۔ آپ نے ۱۰ ر

جنوری ۱۹۸۵ء کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب بوقت ایک بجے بمقام جامع سلطانیہ کالادہ، جہلم انتقال فرمایا، جہاں آپ کا آستانہ عالیہ مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کی برسی ہر سال ۱۰ر جنوری کو منائی جاتی ہے۔ حضرت مائی صاحبہ کی وفات پر آپ کی تجہیز و تکفین بھی آپ کے روحانی مرتبہ کے مطابق عمل میں آئی۔ آپ کے مرقد کی تیاری کے دوران کام کرنے والے سب لوگ باوضو تھے۔ اور کئی حفاظ قرآن ان میں شامل تھے۔ آپ کی نماز جنازہ میں عام لوگوں کے علاوہ علماء، مشائخ، قراء اور حفاظ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

حضرت خواجہ محمد صادق صدیقی نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

حضرت خواجہ محمد صادق صاحب نقشبندی مجددی کے خاندان کے بارے میں قومی ہجرہ کونسل، اسلام آباد، پاکستان کے شائع کردہ مجلّہ کتاب دوست کے شمارہ۔ ا میں کنزالاثار صدیقی کے عنوان کے تحت آل زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدین رہتکی سے متعلق پروفیسر منظور الحق صدیقی کے مرتب کردہ تذکرہ میں درج ذیل معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

"دہلی کے قریب رہتک کا ضلع ہے۔ رہتک اور مہم میں صدیقی شیوخ کا ایک خاندان تھا جس میں علم و فضل، سلوک و تصوف اور امارت و قیادت متوارث رہی ہیں۔ مسلم عہد حکومت میں اس خاندان کے ارکان قاضی، مفتی، محتسب اور دوسرے سول اور فوجی عہدیدار رہے۔ (۳)

"ان اور دیگر مناصب کے علاوہ اس خانوادے کے اولیائے کرام. مشائخ عظام اور علمائے دین نے علم و ادب کی ترویج اور فروغ اسلام کے لئے گراں بہا خدمات انجام دیں۔ دہلی کے پٹھان سلاطین اور مغل شہنشاہوں کے تحت اس خاندان کے متعدد افراد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ اضلاع حصار، رہتک. کرنال اور گڑگاؤں کے مسلم راجپوتوں کو حلقہ اسلام میں لانے اور ان کی اصلاح کرنے میں اس خاندان نے نمایاں کام کیا۔ (۴)

"اسی خانوادے کے ایک بزرگ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی رہتکی ثم میرپوری م۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء کی آٹھویں پشت میں حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی مجددی

۳۔ دیباچہ تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں مسلمانان "رہتک کا حصہ" از منظور الحق صدیقی

۴۔ دہلی دربار رپورٹ ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۸۱

(پیدائش ۱۹۲۱ء) کی اصلاحی اور تعمیر مساجد اور تعلیم القرآن کی تحریک نے بعض علاقوں میں ایک خوشگوار انقلاب برپا کر دیا۔ ان کی مساعی جمیلہ سے اضلاع کوٹلی، میرپور، جہلم، سیالکوٹ، ساہیوال، لاہور، مانسہرہ وغیرہ میں کم از کم اتنی عالیشان مساجد تعمیر ہو چکی ہیں، جتنے سال اب ان بزرگ کی عمر ہے۔ یہ سب مساجد اور ان کے ساتھ اقامتی درسگاہیں ایک مرکزی نظام کے تحت چل رہی ہیں۔ اس نظام کو چلانے کے لئے چندہ کرنا ممنوع ہے۔ "۵۔

شخصیت، کردار اور کارنامے

آپ ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو اپنے آبائی گاؤں چھچیاں، میرپور میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب آٹھویں پشت میں صاحب خانقاہ درس شریف اگھار، کوٹلی، حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی قادری شطاری کے ساتھ اور اڑتیسویں (۳۸) پشت میں براہ راست اسلام کے خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے آپ کا صدیقی، قریشی خاندان تاریخی اعتبار سے صلحاء، اتقیاء اور اولیاء کا خاندان ہے۔ آپ کو یہ امتیازی حیثیت بھی حاصل ہے کہ آپ کا پورا شجرہ نسب اول تا آخر مکمل شکل میں خانقاہ درس شریف میں محفوظ اور موجود ہے۔ جس کی نقل کتاب کے صفحات ۱۰۰ تا ۱۰۲ پر درج کی گئی ہے۔ حضرت خواجہ محمد صادق مدظلہٗ العالی کو اس وقت نہ صرف آزاد کشمیر بلکہ پاکستان بھر میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا ایک معروف دینی اور روحانی پیشوا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ خانقاہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین، سرپرست اور روح رواں ہیں۔ تبلیغ و اشاعت دین کے سلسلہ میں آپ اور آپ کے اجداد کی نسل در نسل خدمات محتاج بیان نہیں۔ مادیت کے اس پر آشوب دور میں آپ اسلام کی اخلاقی روحانی اور انسانی اقدار کی عملاً پرورش فرما رہے ہیں۔ آزاد کشمیر کے اس دور افتادہ خطہ میں آپ نے اب تک اقامت دین کی غرض سے تقریباً ۱۰۰ مساجد تعمیر کرائی ہیں۔ کچھ مساجد پاکستان کے بعض اہم شہروں مثلاً مانسہرہ، جہلم، ساہیوال، اور لاہور میں تعمیر کی گئی ہیں۔ آپ کی سرکردگی میں تحریک تعمیر مساجد، تعلیم و حفظ قرآن اور تبلیغ و اشاعت

۵۔ کتاب دوست ؎ شمارہ نمبر ۱ مرتبہ قومی ہجری کونسل، اسلام آباد، صفحہ ۴

دین کو بہت فروغ ملا ہے۔ آپ کی ہدایت کے تحت کوٹلی میں علامہ اقبال گورنمنٹ ڈگری کالج اور یونیورسٹی کالج آف ایڈمنسٹریٹو سائینسز کے احاطہ پر نہایت وسیع اور شاندار مساجد تعمیر کی گئی ہیں تاکہ نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو نماز جو دین کا ستون ہے۔ کا پابند کیا جائے اور ان کے اندر قرآن کریم کے پڑھنے اور اسے حفظ کرنے کا ذوق و شوق پیدا کیا جائے۔

حضرت خواجہ محمد صادق اپنے والد گرامی قدر حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ العزیز کی وفات کے بعد ۱۹۳۴ء میں ان کے جانشین ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت قبلہ خواجہ محمد سلطان عالم اور قبلہ مائی صاحبہ کے زیر سایہ ہوئی۔ طریقت اور روحانیت میں آپ نجیب الطرفین ہیں۔ یعنی آپ نے اپنے والد محترم اور والدہ ماجدہ دونوں سے فیض پایا ہے۔

حضرت خواجہ محمد صادق مدظلہ العالی انتہائی سنجیدہ اور پاکیزہ شخصیت کے مالک دینی اور روحانی پیشوا ہیں۔ آپ کا حلقہ ارادت و عقیدت آزاد کشمیر صوبہ سرحد اور پنجاب کے علاوہ بیرون پاکستان ان ممالک پر بھی محیط ہے۔ جہاں آزاد کشمیر اور پاکستان کے باشندے بسلسلہ روزگار سکونت پذیر ہیں۔ آپ کی زیر نگرانی مساجد کا ماحول بھی صحیح طور پر تہذیب و شائستگی کی اسلامی اقدار کی عکاسی کرتا ہے۔ ان مساجد میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال صرف آذان اور جمعہ یا عیدین کی نماز کے وقت کیا جاتا ہے۔ ذکر خفی کی بنا پر مساجد میں ہر وقت سکون اور خاموشی کی فضا ہوتی ہے۔ صبح اور عصر کے وقت مساجد میں قرب و جوار کے بچے قرآن کریم کا سبق پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ انہیں پورا قرآن ناظرہ ختم کرایا جاتا ہے اور حفظ قرآن کی ترغیب دی جاتی ہے۔ دور دراز کے بچے اقامتی طلبہ کی حیثیت سے مستقل طور پر مساجد میں رہتے ہیں جو دینی تعلیم کے علاوہ سکول کی عام تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح ان مساجد کی اہمیت دینی اور تعلیمی ہر دو لحاظ سے ہے اور اشاعت تعلیم کے کام میں یہ بہت مددگار ثابت ہو رہی ہیں۔ ان مساجد کا پرسکون اور پاکیزہ ماحول تحصیل علم کے لئے بہت سازگار ہے۔ اعداد و شمار کی رو سے دیکھا جائے تو مجموعی طور پر جناب حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی صاحب کی زیر تولیت مساجد میں کم از کم سات ہزار بچے زیر تعلیم ہیں۔ یہ تعلیم کی بہت بڑی خدمت ہے۔ مساجد کے پیش اماموں اور خطیبوں کے نان نفقہ کے لئے انہیں باقاعدہ ماہوار تنخواہ ادا کی جاتی ہے۔ اس طرح قبلہ خواجہ صاحب کی تحریک تعمیر مساجد

وتعلیم القرآن و حفظ قرآن کو دینی علوم پڑھانے والوں کے لئے ذریعہ روزگار کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ مساجد دینی علوم کی درسگاہوں کی حیثیت بھی رکھتی ہیں اور پیش امامت اور قرآت کی تربیت گاہیں ہیں۔ ہر سال ان مساجد سے قراء اور حفاظ کی بڑی کھیپ تیار ہوتی ہے۔ جو رمضان المبارک کے مہینے میں آزاد کشمیر، پاکستان اور بیرون ملک نماز تراویح پڑھانے کی خدمت انجام دیتی ہے۔ گزشتہ رمضان المبارک (مارچ ۱۹۹۲ء) میں خانقاہ درس شریف اگھار، کوٹلی سے ۴۵۵ حفاظ آزاد کشمیر، پاکستان اور بیرون ملک برطانیہ اور سعودی عرب میں مامور کیے گئے۔ ان حفاظ کو مساجد انتظامیہ کی طرف سے کپڑوں کے نئے جوڑوں کے علاوہ تیرہ لاکھ روپے بطور ہدیہ خدمت ادا کیا گیا۔ رواں سال میں رمضان المبارک کے موقع پر ۵۲۱ حفاظ کی مامورگی عمل میں لائی گئی۔ (۶)

درس شریف کے زیر اہتمام مساجد میں ماحول پرسکون اور انتہائی نظم وضبط کا ہے۔ یہ مساجد صرف دینی فرائض کی ادائیگی اور دینی تعلیم کے لئے مخصوص ہیں۔ یہاں کسی قسم کی سیاسی یا دیگر نوعیت کی تقریب منعقد نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کوئی تقریر کی جا سکتی ہے۔ لاؤڈ سپیکر کا بے دریغ استعمال بھی ممنوع ہے۔ اسے جمعہ اور عیدین کے بڑے اجتماعات کے لئے وقف رکھا گیا ہے۔ چنانچہ مساجد میں ہمہ وقت خاموشی اور امن کی فضا ہوتی ہے جو عبادت اور مطالعہ کے لئے سازگار ہے۔ نماز کے موقع پر قرآت مختصر اور دعا جامع ہوتی ہے۔ اس کا مشاہدہ بالخصوص جامع الفردوس درس شریف اگھار میں کیا جا سکتا ہے۔ یہاں جمعہ کا خطبہ معنوی لحاظ سے بہت بامقصد ہوتا ہے اور قبلہ پیر صاحب کی اختتامی دعا بھی مختصر لیکن بہت بامعنی اور بااثر ہوتی ہے۔ کوٹلی شہر میں جمعہ اور عیدین کی نماز کا سب سے بڑا اجتماع اسی مسجد میں ہوتا ہے۔ خانقاہ شریف اسی مسجد کے احاطہ پر واقع ہے۔ اس مرکزی مسجد میں دینی کتب پر مشتمل لائبریری موجود ہے جس میں کتب کا ایک معقول ذخیرہ ہے۔ لائبریری میں تراجم و تفاسیر قرآن کے علاوہ حدیث، فقہ، تصوف، اسلامی تاریخ و تہذیب و تمدن اور اسلامی ادبیات بزبان اردو، عربی و فارسی سے متعلق کتب شامل ہیں۔ مطالعہ کے لئے لائبریری کا خاموش اور پرسکون ماحول انتہائی سہولت مند اور موزون ہے۔ چھوٹے پیمانے پر دینی علوم کے بارے میں کتب اور بھی کئی مساجد میں رکھی گئی ہیں، بالخصوص جہاں دینی مدارس قائم ہیں۔

۶۔ معلومات فراہم کردہ پروفیسر اکبر دار ملک

آپ کے نظام کے تحت تعلیم پانے والے ہمہ وقتی طلبہ کے جملہ اخراجات کی کفالت دربار عالیہ کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں غریب و امیر کی کوئی تخصیص نہیں۔ ہونہار طلبہ جو اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرنا چاہیں، ان کے تمام اخراجات دربار عالیہ کی طرف سے برداشت کیئے جاتے ہیں۔ ان اداروں میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، ادارہ منہاج القرآن، لاہور اور دینی مدارس بھیرہ و فیصل آباد وغیرہ شامل ہیں۔

خواتین کے لئے خدمات:۔ آپ کے زیر اثر علاقہ میں شاید ہی کوئی بچی ہوگی جو ناظرہ قرآن مجید تلاوت کرنا نہ جانتی ہو۔ چھوٹی بچیوں کے لئے مسجد میں قرآن ناظرہ پڑھانے کا اہتمام ہے۔ جبکہ لڑکیوں کو قرآن پاک حفظ کرانے کے دو ادارے خانقاہ درس شریف کے زیر اہتمام کام کر رہے ہیں۔ ایک جامعہ سلطانیہ کالادہ، جہلم اور دوسرا جامع الفردوس اگھار، کوٹلی۔ ان میں اب تک ایک درجن سے زیادہ لڑکیاں قرآن مجید حفظ کر چکی ہیں۔

اصلاحی و تعمیری کام:۔ آپ کا طریق خدمت دین خاموش تبلیغ کا ہے۔ آپ تقاریر کے بجائے نیک، پاکیزہ اور سادہ عمل کے ذریعے سے عوام کی ہمہ جہتی اصلاح اور انہیں دین کے آداب اور اس کی اقدار سکھانے کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اشاعت دین کے سلسلے میں آپ کی طرف سے سب سے زیادہ زور قرآن کریم کی تدریس و تعلیم، حفظ قرآن اور ارکان اسلام کی کڑی پابندی پر ہے۔ صوفیائے متقدین اور مشائخ کبار کی روایت کے مطابق خدمت خلق کو آپ کی ترجیحات میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ آپ کے ہاں اس کی واضح ترین صورت طلبہ، غربا اور بیوگان کی مالی امداد اور پرورش ہے۔ مساجد میں نادار مسافروں کو عارضی قیام کرنے اور کھانے کی سہولت میسر آجاتی ہے۔ خانقاہ درس شریف کوٹلی اور دربار عالیہ سلطانیہ جہلم میں صبح، دوپہر، شام مسافروں کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ درس شریف کے مرکزی انتظام کے تحت ایک سو سے زائد مساجد کی دیکھ بھال، ان کے متفرق اخراجات کی کفالت اور پیش اماموں کو تنخواہ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ یہ مساجد طالب علموں کے لئے اقامتی سہولت فراہم کرتی ہیں اور چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے دینی درسگاہوں کی حیثیت رکھتی ہیں جہاں انہیں مفت دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ طالب علموں کو یہاں دنیوی تعلیم کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ ہمہ جہتی شخصیت بن کر

ابھریں اور ایک متوازن معاشرے کی تخلیق کے لئے سود مند ثابت ہوں۔ حفاظ اور ائمہ مساجد کی تربیت و تیاری کا نظام بھی پہلو بہ پہلو جاری ہے۔ زائرین کی اخلاقی اور معاشرتی تربیت پر خاص توجہ دی جاتی ہے اور تبلیغ دین کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا جاتا۔

نقل سکونت اور کوٹلی میں مستقل قیام:۔ حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی مدظلہ العالی کی بیشتر زندگی بنیچیاں میرپور میں ہی بسر ہوئی جو آپ اور آپ کے بزرگوں کا مولد و مسکن تھا۔ لیکن اب گزشتہ تقریباً پندرہ برس سے آپ نے اپنی سکونت مستقل طور پر کوٹلی میں اختیار کر لی ہے اور جامع الفردوس اگھار کو قیام گاہ بنایا ہے۔ یہ آپ کے لئے اجنبی جگہ نہیں ہے۔ موجودہ ضلع کوٹلی گزشتہ تین پشتوں سے آپ کے خاندان کے زیر اثر ہے۔ اس لحاظ سے کوٹلی میں آپ کی آمدورفت اکثر رہی۔ پہلے آپ مختصر وقت کے لئے تبلیغی دورے پر یہاں تشریف لایا کرتے تھے اور زیادہ تر سفر میں رہتے تھے۔ لیکن جب سے آپ نے قرار پکڑا ہے، آپ نے کوٹلی شہر کو ہی اپنا مستقل ٹھکانہ بنایا ہے۔

سفر:۔ آپ نے زندگی میں وسیع پیمانے پر سفر کئے ہیں۔ اور اس طرح آپ کو عملاً مختلف نوعیت کے تجربات حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔ آپ کے سفر کی جولانگاہ صوبہ سندھ، پنجاب، سرحد اور کشمیر رہی۔ اس کے علاوہ بیرون ملک سرہند اور دہلی کے سفر بھی آپ نے کئے۔ ۶۷۔ ۱۹۶۶ء میں ایک سال کے لگ بھگ آپ کا قیام راولپنڈی بنک روڈ پر احمد جان کی چھوٹی سی مسجد میں رہا۔ آپ کے یہ سفر روحانی تربیت، تکمیل سلوک اور تبلیغ دین کا حصہ تھے۔

خانگی زندگی، ازواج پاک اور اولاد

قبلہ حضرت خواجہ محمد صادق صاحب کی نجی زندگی سنت نبوی کی روشنی میں سادگی قناعت اور تقوی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ اسلامی اخلاق و کردار کا پیکر ہیں۔ آپ کا بیشتر وقت ذکر و فکر، تلاوت اور عبادت میں گزرتا ہے۔ گزشتہ تقریباً آٹھ سال سے آپ نے مجالس ترک کر دی ہیں اور خلوت اختیار کی ہے۔ لیکن جو سینکڑوں لوگ روزانہ دینی و دنیوی معاملات میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان

کے مسائل آپ اپنے مصاحبین کی وساطت سے بغور سنتے ہیں اور ان کی تکالیف کا مداوا تجویز کر کے انہیں ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کا تحفہ دے کر واپس بھیجتے ہیں۔ آپ اسلامی مساوات کے اصول پر سختی سے کاربند ہیں۔ چنانچہ ملاقاتوں کے سلسلے میں آپ امیر، غریب، بڑے اور چھوٹے کی کوئی تمیز نہیں رکھتے۔ آپ صرف مناسب ترین حالات میں شدت ضرورت کے تحت ہی ملنے کی خواہش رکھنے والوں کو شرف باریابی بخشتے ہیں۔ آپ کے دستر خوان پر عام خاص سب برابر بیٹھ کر ایک جیسا سادہ کھانا کھاتے ہیں۔ مشائخ کبار کی طرح اپنی خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے آپ سیاست اور حکومت کے ایوانوں سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں۔ لوگوں کی دینی رہنمائی اور خدمت خلق آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ زندگی کے تمام معاملات میں قرآنی احکام کی پابندی اور سنت نبوی کی مکمل پیروی آپ کی تبلیغ کا مرکزی نکتہ ہے۔ مساجد کی تعمیر کے ذریعہ بھی آپ اشاعت دین کے کام کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب نے دو شادیاں کی ہیں۔ اور دونوں سے اولاد ہے۔ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ معزز قریشی ہاشمی خاندان سے ہیں۔ آپ مولانا بقا محمد صاحب آف نکہ کڑتی کی صاحب زادی ہیں۔ مولانا صاحب خلیفہ مجاز تھے۔ اور "تحفۃ السلطانیہ" کے مصنف آپ کے بڑے فرزند حافظ خواجہ محمد عبدالواحد صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ سلطانیہ کالادہ جہلم اور ان کے علاوہ دو دختران نیک اختر انہی کے بطن سے ہیں۔ حافظ محمد عبدالواحد صاحب عالم دین، حافظ قرآن اور اعلیٰ پائے کے قاری ہیں۔ آپ خاندانی وجاہت اور شرافت کے امین ہیں اور حاجی پیر صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ اب تک دو بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ آپ جامعہ سلطانیہ جہلم میں طلباء کو درس نظامی کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کی دونوں صاحب زادیاں شادی شدہ ہیں۔ آپ کے بڑے داماد جناب مشتاق احمد صاحب اکاؤنٹنٹ منگلا ہیں اور چھوٹے داماد محمد معصوم صاحب ہیں جو آپ کے بھانجے بھی ہیں۔ یہ صاحب زادی حافظہ ہیں اور کئی بچیوں کو قرآن پاک حفظ کرا چکی ہیں۔

حضرت مائی صاحبہ ثانیؒ

آپ کی دوسری زوجہ پاکدامن اپنے ہی خاندان سے تھیں جو طویل علالت کے بعد ۲۳ر جنوری ۱۹۹۳ء کو بروز ہفتہ درس شریف اگھار میں وفات پا گئیں۔ آپ انتہائی نیک اور پارسا خاتون تھیں اور مائی صاحبہ کے نام سے معروف تھیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے آپ

کے اعلیٰ اخلاق اور روحانی اوصاف کی بنا پر ۱۹۶۶ء میں آپ سے عقد کیا تاکہ آپ کی موثر شخصیت کے ذریعہ خواتین کی دینی رہنمائی کی جا سکے۔ آپ کی ازدواجی زندگی میں یہ مقصد بخوبی حاصل ہوا۔ حضرت مائی صاحبہ ثانی یقینی طور پر عارفہ باللہ اور ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں صاحبۃ الارشاد تھیں جو اپنے شوہر نامدار حضرت خواجہ محمد صادق کے دوش بدوش خواتین کی دینی و روحانی رہنمائی اور اخلاقی تربیت کرتی رہیں۔ آپ چھوٹی بچیوں اور نوعمر لڑکیوں کو قرآن پڑھاتی اور حفظ کراتی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ انہیں دیگر دینی کتب بھی پڑھاتی تھیں۔ پریشان حال اور مصیبت زدہ خواتین جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی دعا اور رہنمائی سے فیض یاب ہوتیں اور اپنی جسمانی اور روحانی بیماریوں اور دکھوں کا مداوا پاتی تھیں۔ طب و حکمت کے ساتھ گہری دلچسپی اور واقفیت رکھنے کے باعث آپ خواتین کی بیماریوں کا بھی علاج کرتی تھیں اور انہیں مفت طبی مشورے دیتی تھیں۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں خواتین کی بیعت کرتی تھیں۔ غریب خواتین اور بیوگان کی مالی امداد، پرورش اور سرپرستی فرماتی تھیں۔ خانقاہ کے لنگر کا انتظام بھی فرماتی تھیں۔ آپ کی نگرانی میں یہاں ہمیشہ نہایت پاکیزہ، صاف ستھرا اور سادہ کھانا تیار کیا جاتا اور مساوات کے اسلامی اصول کے مطابق تمام حاضرین میں بلالحاظ رتبہ و درجہ ایک ہی معیار کا کھانا تقسیم ہوتا تھا۔

حضرت مائی صاحبہ ثانی کے واحد بیٹے حافظ خواجہ محمد زاہد ۱۹۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ جامع الفردوس کوٹلی میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ صاحب زادہ صاحب خدا کے فضل و کرم سے انتہائی پاکیزہ کردار کے مالک صالح، شائستہ، سنجیدہ اور ہونہار نوجوان ہیں۔ جو اس وقت زیر تعلیم ہیں۔ آپ کو تعلیم کے ساتھ بہت دلچسپی ہے۔ اور دینی اور دنیوی تعلیم کے مراحل بتدریج طے کر رہے ہیں۔ آپ آئندہ سال میٹرک کے امتحان میں شریک ہو رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ درس نظامی کا کورس بھی پڑھتے ہیں۔ آپ حافظ قرآن اور خوش الحان قاری ہیں۔ گزشتہ سال آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل فرمائی ہے۔ مستقبل میں ایک عالم دین، متقی، باکردار اور بلند پایہ دینی اور روحانی پیشوا بننے کے لئے آپ کی اٹھان بہت نمایاں ہے۔

خانقاہ درس شریف اگھار کی زیر تولیت مساجد کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ۷۔

۷۔ تفصیل فراہم کردہ پروفیسر اکبر داد ملک
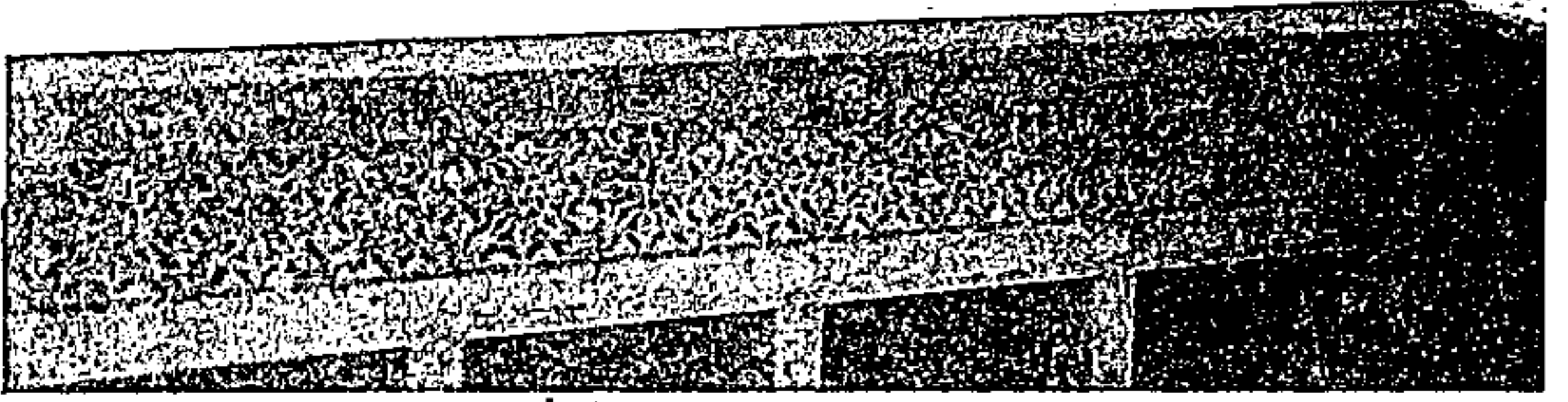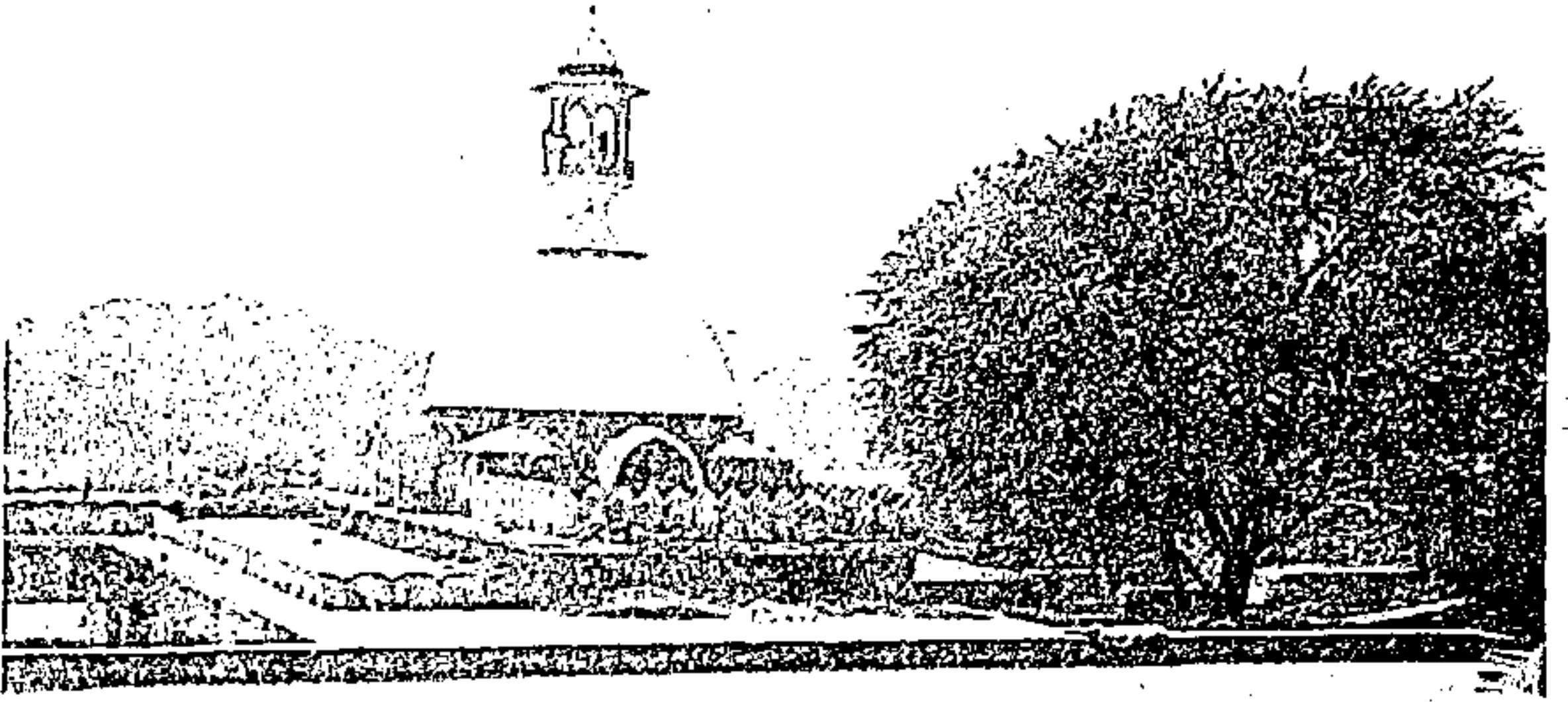
مسجد شریف نیو چوہان شاہدرہ ضلع شیخوپورہ
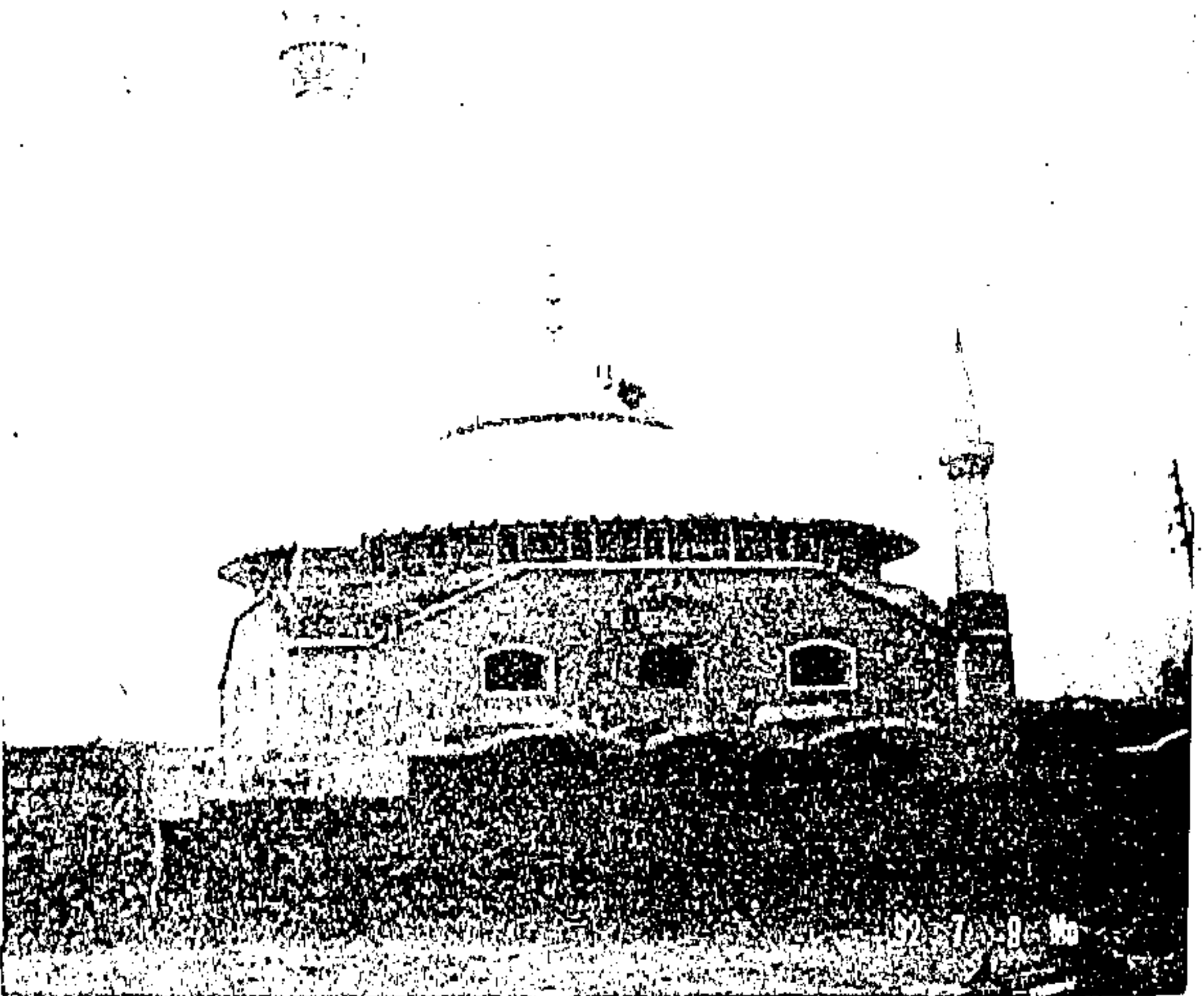
مسجد شریف بفہ شہر تحصیل مانسہرہ صوبہ سرحد

مسجد شریف ننتہ پانی، ضلع پونچھ آزاد کشمیر
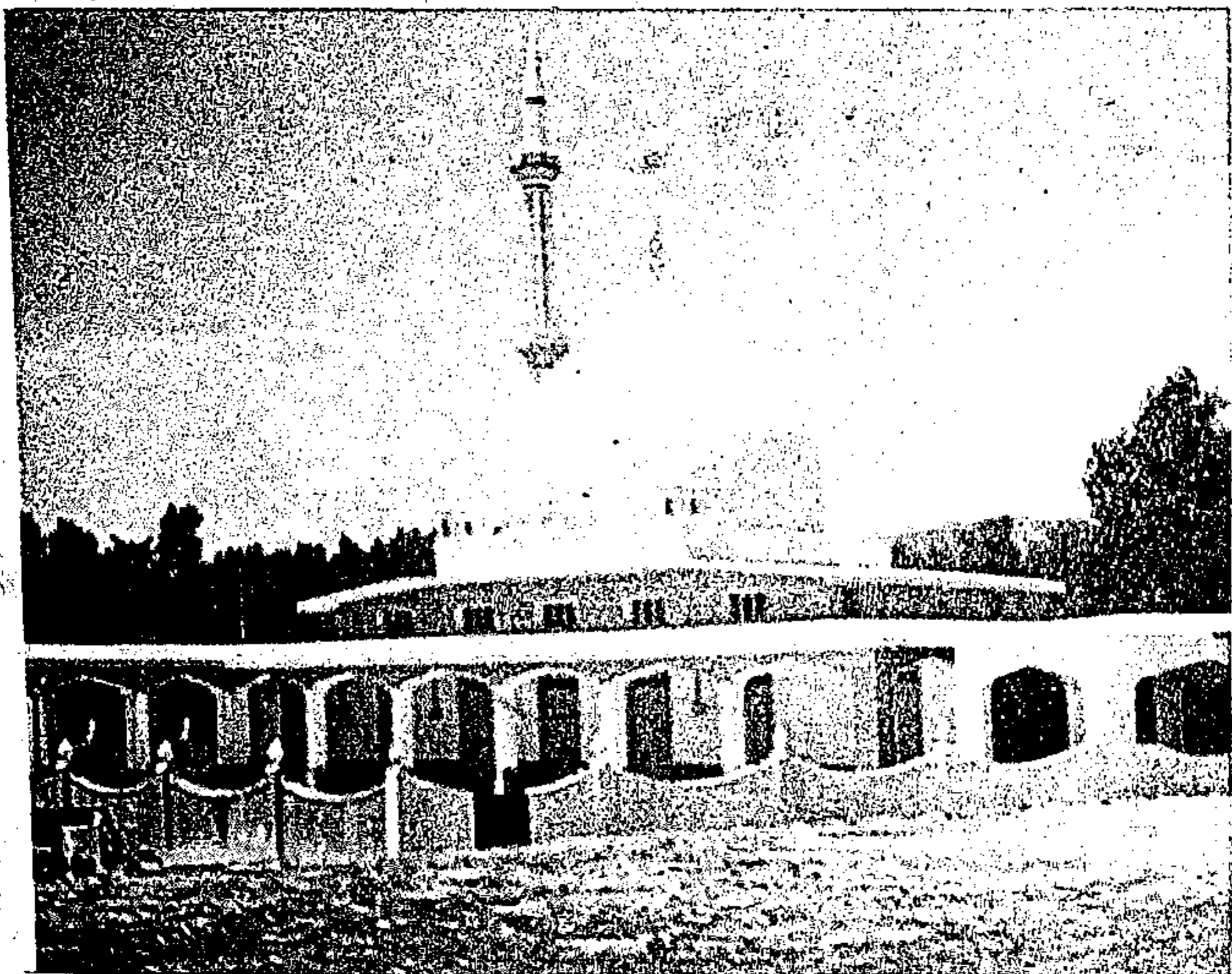
جامع مسجد شریف راولاکوٹ ضلع پونچھ. آزاد کشمیر
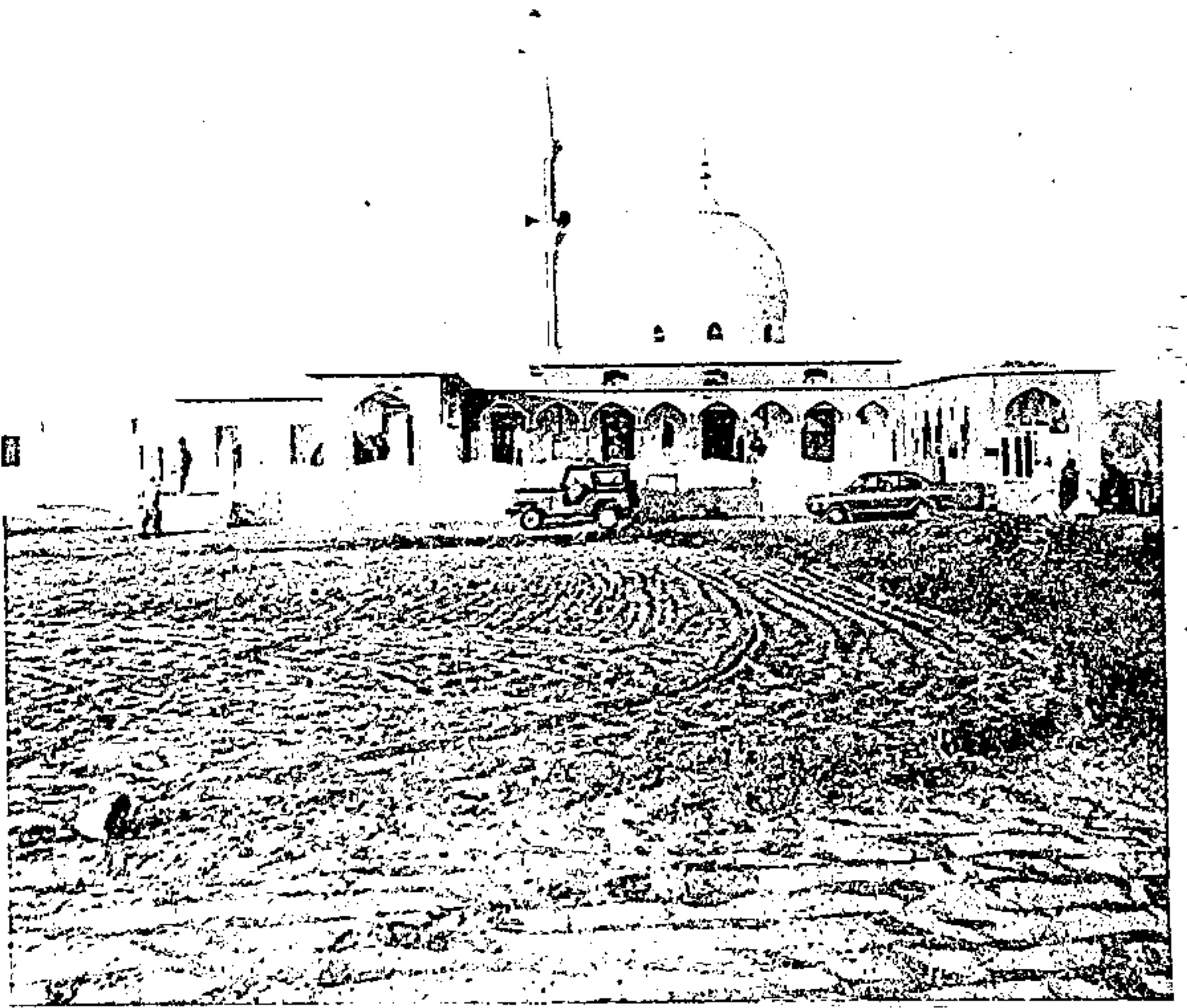
مسجد شریف مدنی بھمبر (چھیراں) ضلع میرپور. آزاد کشمیر
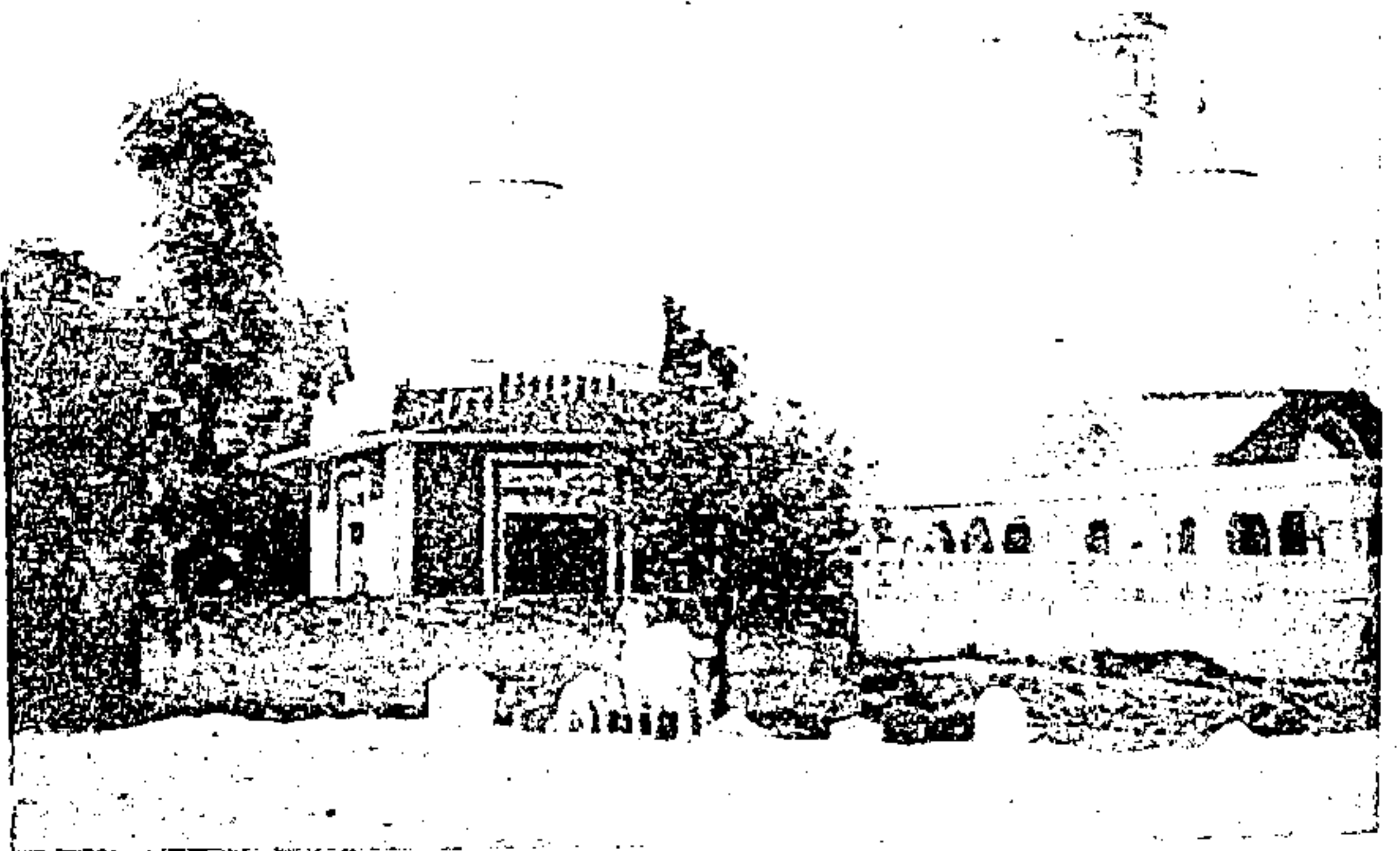
مسجد شریف و مزار حضرت پیر نیک عالم شاہ صاحب سنگ ھوٹ. میرپور آزاد کشمیر

بلال مسجد علامہ اقبال گورنمنٹ ڈگری کالج کوٹلی

مسجد شریف یونیورسٹی کیمپس کوٹلی، آزاد کشمیر
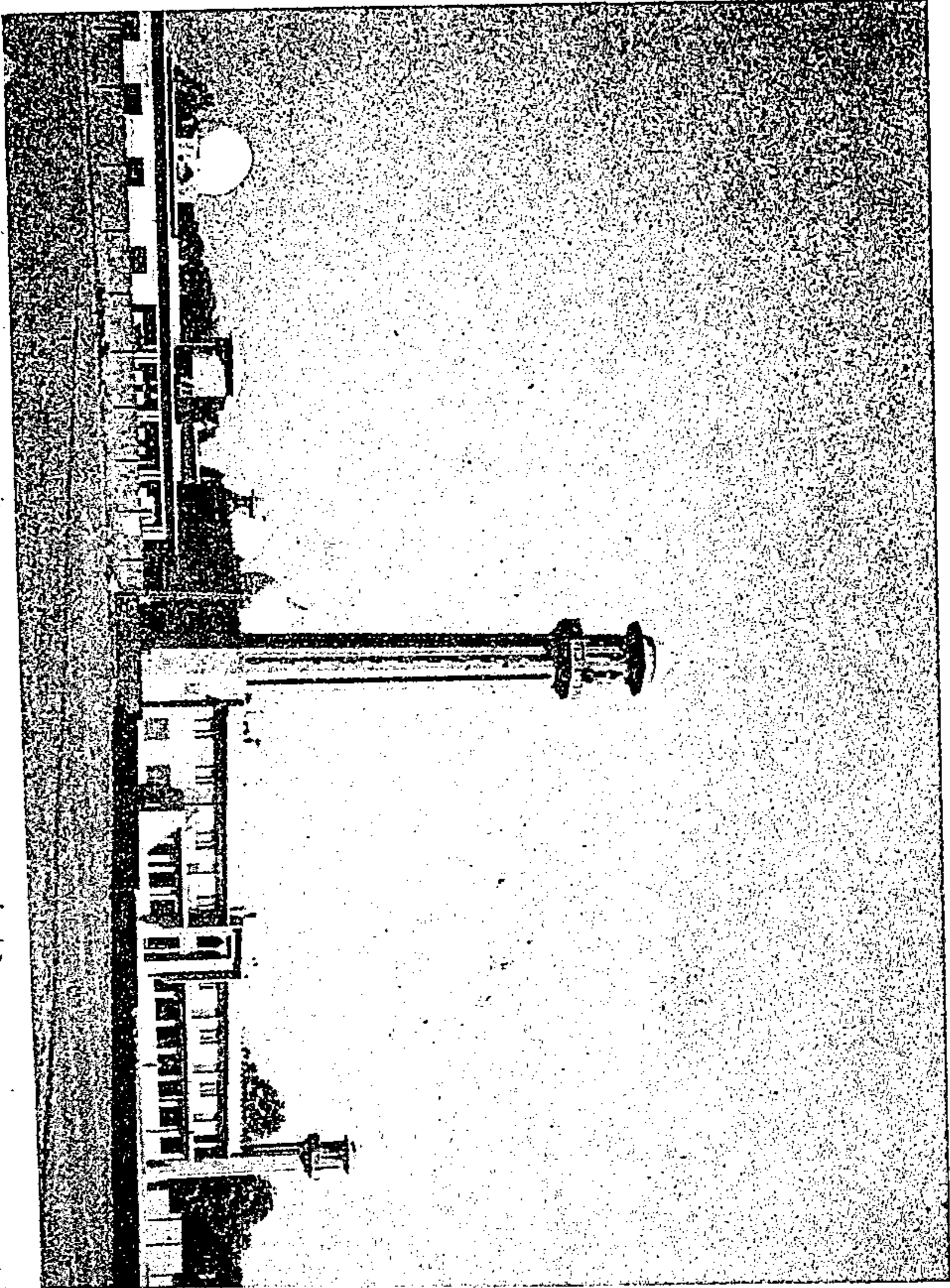
جامع سلطانیہ جہلم بشمول مزار مبارک حضرت قاضی محمد سلطان عالم و حضرت

کوٹلی شہر (حدود اربعہ)

۱۔	جامعہ الفردوس	اگہار (درس شریف)
۲۔	لال مسجد	
۳۔	مسجد شریف	دھرانگ چوک
۴۔		جبر
۵۔		پرتھان
۶۔		کیڑی نزد بٹالہ (محمد شیر صاحب والی) زیر تعمیر
۷۔		کیڑی نزد بٹالہ (فضل کریم صاحب والی)
۸۔		البلال (کیمپس گورنمنٹ علامہ اقبال ڈگری کالج)
۹۔		صمدیہ
۱۰۔		پنگ پیران (صادق صاحب والی)
۱۱۔		ڈھنگروٹ
۱۲۔	مسجد شریف	جمال پور نمبر ۱
۱۳۔		جمال پور نمبر ۲
۱۴۔		بٹالہ منڈی
۱۵۔		سلطانیہ
۱۶۔		شاہی
۱۷۔		پلہیتر
۱۸۔		صدیق اکبر نزد نالہ بان
۱۹۔		خلیل آباد کالونی نمبر ۱
۲۰۔		خلیل آباد کالونی نمبر ۲
۲۱۔		سارده خاص
۲۲۔		سارده کالونی
۲۳۔		ہواریاں
۲۴۔		حویلی

۲۵۔		احمد آباد دھڑا
۲۶۔		سلطان پور منڈی
۲۷۔		ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال والی
۲۸۔		پنگ پیران سادات والی
۲۹۔		پنگ پیران چوہدریاں والی
۳۰۔		پنگ پیران مدنی مسجد
۳۱۔	جامع مسجد شریف	گنبداں والی

مساجد تحصیل کوٹلی

۱۔	مسجد شریف	گنبد والی راجدھانی
۲۔		درلیاہ چھوٹی مسجد
۳۔	جامع مسجد شریف	درلیاہ
۴۔		کجلانی
۵۔	مسجد شریف	چوکی کجلانی
۶۔		جبر درلیاہ
۷۔		تھروچی
۸۔		گل پور بازار
۹۔		نزوچھ کالونی
۱۰۔		بدھیرنی
۱۱۔	جامع مسجد	بڑالی
۱۲۔	مسجد شریف	بڑالی درس والی
۱۳۔		چھٹر بڑالی
۱۴۔		بنی کالونی بڑالی
۱۵۔		کس بڑالی

۱۶۔		نکہ کڑتی
۱۷۔		بنگلہ کڑتی
۱۸۔		یونیورسٹی کیمپس کڑتی
۱۹۔	شگفتہ مسجد	چھتراڑیاں
۲۰۔	مسجد شریف	بنگ کڑتی
۲۱۔	جامع مسجد شریف	منیل باولی
۲۲۔	جامع مسجد شریف	منیل درس والی
۲۳۔	مسجد شریف	نمب ڈنہ
۲۴۔	جامع مسجد شریف	ڈنہ
۲۵۔	مسجد شریف	پیلاں کھوئی رٹہ
۲۶۔	مسجد شریف	نمب کھوئی رٹہ
۲۷۔	جامع مسجد شریف	سیدپور کھوئی رٹہ
۲۸۔	مسجد شریف	درکالہ، کھوئی رٹہ
۲۹۔		جبر نزد درکالہ
۳۰۔	جامع مسجد شریف	بل، کھوئی رٹہ
۳۱۔	مسجد شریف	مرھوٹہ
۳۲۔		مجواڑ
۳۳۔	جامع مسجد شریف	موھری بروٹ گالہ
۳۴۔	مسجد شریف	گھیر تھاتھی
۳۵۔		بھیال، کھوئی رٹہ
۳۶۔	جامع مسجد شریف	بٹل، کھوئی رٹہ
۳۷۔	جامع مسجد شریف	دہنہ
۳۸۔	جامع مسجد شریف	سمروڑ
۳۹۔	جامع مسجد شریف	تکیہ والی سرھوٹہ نمبر۲
۴۰۔	مسجد شریف	مونگ

نمبر	مسجد	مقام
۴۱۔		کیری چوکی
۴۲۔	جامع مسجد شریف	جمیری تھاتھی
۴۳۔	مسجد شریف	تھاتھی
۴۴۔		عشقیالی
۴۵۔		دھمول نیلے گنبد والی
۴۶۔		نالہ دھمول
۴۷۔		دھمول بالا
۴۸۔		دھمول زیریں
۴۹۔		کنگر
۵۰۔		چواہ رولی
۵۱۔		رولی خاص
۵۲۔		نکہ والی
۵۳۔		مندیاڑی
۵۴۔		سنبلان رولی
۵۵۔		ٹاشل دھنواں
۵۶۔		منجیاڑہ، دھنواں
۵۷۔	جامع مسجد شریف	جنجھوڑا
۵۸۔	مسجد شریف	جنجھوڑا گلی والی
۵۹۔		بھابڑا
۶۰۔	جامع مسجد شریف	تتہ پانی ۔ بازار
۶۱۔	مسجد شریف	بنڈھور
۶۲۔	جامع مسجد شریف	گنی نمبر۱
۶۳۔	جامع مسجد شریف	گنی نمبر۲
۶۴۔	جامع مسجد شریف	دندلی
۶۵۔	مسجد شریف	سرالیاں

۶۶۔	جامع مسجد شریف	گریالہ
۶۷۔	مسجد شریف	مجوہان
۶۸۔		داریان ککی
۶۹۔		ٹینڈا ناڑے والی
۷۰۔	جامع مسجد شریف	ٹینڈا
۷۱۔	مسجد شریف	ٹینڈا
۷۲۔	مسجد شریف	چوکی
۷۳۔	مسجد شریف	گنبد والی کلاہ
۷۴۔	مسجد شریف	نکہ کلاہ
۷۵۔	جامع مسجد شریف	کلاہ
۷۶۔	جامع مسجد شریف	پناکھ
۷۷۔	جامع مسجد شریف	سرساوہ بازار
۷۸۔	جامع مسجد شریف	پرانا سرساوہ بازار
۷۹۔	مسجد شریف	گالہ پنجبیڑہ
۸۰۔		سیدپور سرساوہ
۸۱۔		انواعی
۸۲۔		سگری
۸۳۔		ملہاڑ نمبر ۲
۸۴۔	جامع مسجد شریف	نالہ
۸۵۔	مسجد شریف	ڈھیری ملکان
۸۶۔	جامع مسجد شریف	ھل کلاں
۸۷۔	مسجد شریف	سیری تہلہ
۸۸۔	مسجد شریف	ڈھیری تہلہ
۸۹۔	مسجد شریف	سنہوٹ
۹۰۔	مسجد شریف	رپالہ ڈونگی

۹۱۔ مسجد شریف ڈونگی

تحصیل سہنسہ

۱۔ مسجد شریف پنیالی
۲۔ " نمینزان
۳۔ " ارناہ
۴۔ " پل والی گل پور
۵۔ جامع مسجد شریف خضری گل پور
۶۔ مسجد شریف خواص
۷۔ کوٹھیان
۸۔ جامع مسجد شریف سہرمنڈی بازار
۹۔ " سہرمنڈی راجگان
۱۰۔ مسجد شریف رائے پور
۱۱۔ تلہ
۱۲۔ کپڑی
۱۳۔ گھرائی
۱۴۔ نالہ
۱۵۔ جنڈاہ چوہدریاں
۱۶۔ سلطانیہ جنڈاہ
۱۷۔ تھلیاڑہ
۱۸۔ نکہ نناہ
۱۹۔ سنان درس والی
۲۰۔ سنان زیر تعمیر
۲۱۔ ناڑ مندو

۲۲۔		ناڑ رٹہ
۲۳۔		ناڑ کہالیاں
۲۴۔		نکہ مستریاں
۲۵۔	جامع مسجد شریف	تریان بازار
۲۶۔	مسجد شریف	سرہوٹہ ارائیاں
۲۷۔		سرھوٹہ راجگان
۲۸۔	مسجد شریف	اصحاب رڈا
۲۹۔	مسجد شریف	گوڑہ (راجہ دوست محمد صاحب والی)
۳۰۔		گلگتہ رجور
۳۱۔	جامع مسجد شریف	رجور
۳۲۔	مسجد شریف	پڑاٹ رجور
۳۳۔		سیالیان
۳۴۔		سلطان پور
۳۵۔		عالم آباد
۳۶۔		کیری
۳۷۔		گڑھوتہ
۳۸۔		جمیری حافظان
۳۹۔		پیاریان
۴۰۔		ڈونگی چوچھ
۴۱۔		پلان
۴۲۔		گوڑہ
۴۳۔		راجہ بازار
۴۴۔		سروعہ (ماسٹر صاحب والی)
۴۵۔		ناڑہ صاحب زادگان

۴۶۔ =	جبر ارائیاں
۴۷۔ جامع مسجد شریف	حاجی آباد
۴۸۔ جامع مسجد شریف	میرا
۴۹۔ مسجد شریف	چھتران
۵۰۔ مسجد شریف	سہنسہ کچہری والی
۵۱۔ مسجد شریف	ففرٹیلہ
۵۲۔ جامع مسجد شریف	پوٹھہ
۵۳۔ مسجد شریف	اولگڑھ اعواناں
۵۴۔ جامع مسجد شریف	کھوڑی

ضلع پونچھ

۱۔ مسجد شریف	کلہ پلندری
۲۔ جامع مسجد شریف	مجاڑی
۳۔ جامع مسجد شریف	قلعاں
۴۔ جامع مسجد شریف	اللہ والی راولاکوٹ
۵۔ جامع مسجد شریف	منڈھول
۶۔ جامع مسجد شریف	سہڑہ
۷۔ مسجد شریف	تاھی خاص
۸۔ جامع مسجد شریف	تتہ پانی خاص

ضلع میرپور

۱۔ جامع مسجد شریف	منگلا
۲۔ جامع مسجد شریف	سیکٹر بی۔ ۵، کلیال، میرپور
۳۔ جامع مسجد شریف	سلطانیہ نقشبندیہ، میرپور

۴۔ جامع مسجد شریف	سنگھوٹ. (پیر صاحب والی) میرپور
۵۔ جامع مسجد شریف	مدنی. کانگڑہ. تحصیل بھمبر
۶۔ جامع مسجد شریف	موھڑہ کنیال. تحصیل ڈڈیال
۷۔ مسجد شریف	ڈھوک. فاضل آباد
۸۔ جامع مسجد شریف	انب
۹۔ مسجد شریف	گوڑہ زیریں
۱۰۔ مسجد شریف	گوڑہ بالا
۱۱۔	بن سائیں
۱۲۔	دڑنی
۱۳۔	سیران نزد سہالہ
۱۴۔جامع مسجد شریف	چھتروہ
۱۵۔جامع مسجد شریف	سلطانی. پوٹھہ بنگش

پاکستان

۱۔ جامع سلطانیہ	دربار شریف. جہلم
۲۔ چھوٹی مسجد شریف	نزد درباد شریف. جہلم
۳۔ مسجد شریف ائمہ لادیان	جہلم
۴۔ مسجد شریف	چیانوالی. گوجرانوالہ (زیر تعمیر)
۵۔ مسجد شریف	نارووال
۶۔	حافظ آباد کشمیر نگر
۷۔	نیو چوھان نزد شاہدرہ ضلع شیخوپورہ
۸۔ جامع زاہدیہ سلطانیہ	بونگہ حیات. پاک پتن. تحصیل ساہیوال
۱۹۔ مسجد شریف	بفّہ (محلے والی). تحصیل مانسہرہ
۱۰۔ مسجد شریف	بفّہ (دربار والی) تحصیل مانسہرہ

انگلینڈ

۱۔ مسجد شریف	بریڈ فورڈ
۲۔ مسجد شریف	ڈنکاسٹر
۳۔ مسجد شریف	سٹوک آن ٹرنٹ نمبر ۱
۴۔ مسجد شریف	سٹوک آن ٹرنٹ نمبر ۲
۵۔ مسجد شریف	راچڈیل
۶۔ مسجد شریف	جمعیت تبلیغ الاسلام
۷۔ مسجد شریف	بری
۸۔ مسجد شریف	لوزل
۹۔ جامع مسجد بلال	راچڈیل
۱۰۔ جامع مسجد رضا	پریسٹن
۱۱۔ جامع مسجد اقصیٰ	فش وک بریڈ، پریسٹن
۱۲۔ جامع مسجد غوثیہ	ووسٹر
۱۳۔ جامع مسجد	ولور، ہیمپٹن
۱۴۔ جامع مسجد	ڈارلسٹن
۱۵۔ جامع مسجد	وال سل
۱۶۔ جامع مسجد ضیاء القرآن	برمنگھم
۱۷۔ جامع مسجد	سپارک ھل
۱۸۔ مسجد شریف	سمال ہیتھ
۱۹۔ مسجد شریف کالج روڈ	
۲۰۔ مسجد شریف	ولیسٹ برانچ
۲۱۔ مسجد شریف	بالسل ہیتھ
۲۲۔ مسجد شریف	پُسٹن

۲۳۔ مسجد شریف	لیوٹن
۲۴۔ مسجد شریف	وٹفورڈ
۲۵۔ مسجد شریف	شیفرڈبش
۲۶۔ مسجد شریف	سیلوبکس
۲۷۔ مسجد شریف	ایکٹن ٹاؤن

خاتمہ کتاب

اندرون و بیرون ملک مساجد کی اتنی زیادہ تعداد جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور ان مساجد کے تمام دینی، تعلیمی، انتظامی اور تعمیراتی امور کی نگہداشت قبلہ حضرت خواجہ محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کی بڑے پیمانے پر دینی سرگرمیوں اور ان کے وسیع روحانی حلقہ اثر کی آئینہ دار ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک جامع اور مربوط منصوبے کے تحت تعمیر مساجد اور تعلیم و تدریس قرآن کی تحریک کی وساطت سے دین کی مخلصانہ خدمت کے راستے پر گامزن ہیں۔ بلکہ اس کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آپ کو اس عظیم مشن میں آزاد کشمیر اور پاکستان کے تمام ایسے لوگوں کا تعاون حاصل ہے جو دین سے دلی طور پر شغف رکھتے ہیں۔ آپ کی تحریک کے مفید اثرات بہت نمایاں ہیں۔ جنہیں ہم اختصار کے ساتھ یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اس کی بدولت ہمارے معاشرے میں اسلام کی اخلاقی، روحانی، معاشی اور سماجی اقدار کا شعور فروغ پذیر ہے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ حضرت قاضی فتح اللہ علیہ الرحمتہ کے اہل خاندان خدمت خلق اور خدمت دین کے معاملے میں صوفیا سلف اور پاک و ہند کے مشائخ کبار کی روایات پر عمل پیرا ہیں۔ اس لحاظ سے آپ ایثار، سادگی اور پاک و صاف زندگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ وقت کا ہمیشہ یہ تقاضا رہا ہے کہ امت مسلمہ میں قرآن کریم کے احکام کی اطاعت اور اتباع رسول کا جذبہ زندہ رہے اور ان لوگوں کو کامیابی نصیب ہو جو اس مقصد کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

میں اپنی علمی کم مائیگی کے گہرے احساس کے ساتھ کتاب کو قرآن کریم کی ان دعاؤں پر ختم کرتا ہوں۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنتہ و فی الاخرۃ حسنتہ و قنا عذاب النار ۲ = ۲۰۱

ربنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفر عنا سیاٰتنا و توفنا مع الابرار ۳ = ۱۹۳

وصل اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علیٰ الہ واصحابہ اجمعین

حوالہ جات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	نام پبلشر
۱۔	القرآن		—
۲۔	"خزائن فتحیہ۔ الاسرار" (اردو ترجمہ، قلمی نسخہ)	قاضی فتح اللہ صدیقی شطاری	
۳۔	اردو انسائیکلوپیڈیا" ۱۹۸۴ء	—	فیروز سنز لاہور
۴۔	"اردو دائرہ معارف اسلامیہ" ۱۹۶۲ء	—	دانش گاہ پنجاب لاہور
۵۔	"آب کوثر" ۱۹۸۲ء	شیخ محمد اکرام	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۶۔	"اقبال کے محبوب صوفیہ" ۱۹۸۲ء	اعجاز الحق قدوسی	اقبال اکادمی پاکستان لاہور
۷۔	"رود کوثر" ۱۹۸۲ء	شیخ محمد اکرام	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۸۔	"An Advanced History of India"	R.C. Majumdar, H.C. Raichaudhuri & Kalikinkar Datta	Macmillan & Co., London 1958.
۹۔	"کلیات اقبال (فارسی)"	ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۱۰۔	"مسلمان یورپ میں"	محمد احسان الحق سلیمانی (ایم اے)	مقبول اکیڈمی، لاہور
۱۱۔	"شاہ ہمدان"	ڈاکٹر نذیر احمد دار	شاہ ہمدان پبلک ویلفیئر ٹرسٹ سری نگر، کشمیر۔
۱۲۔	Statesman's Year Book 1988-89	John Paxton	Macmillan & Co., London
۱۳۔	"تذکرہ حضرت شاہ عنایت"	میاں اخلاق احمد ایم اے	

	قادری، شطاری، لاہوری"	۳۳۳۔ شاد باغ لاہور	
۱۴۔	"کتاب دوست" شمارہ ۔ ۱ کنزالاثار صدیقی	—	قومی ہجرہ کونسل، اسلام آباد، پاکستان ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
۱۵۔	"مشکوٰۃ"	(اصل کتاب بزبان عربی)	
۱۶۔	مسند احمد و سنن ابو داؤد	اصل کتب بزبان عربی	
۱۷۔	"صحیح بخاری"	اصل کتاب بزبان عربی	
۱۸۔	"صحیح مسلم"	اصل کتاب بزبان عربی	
۱۹۔	"مکتوبات"	حضرت شیخ احمد سرہندی	—
۲۰۔	امہ انٹرنیشنل (مجلہ) شمارہ ۱ ذی قعد ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء	—	

۱- مفتی اللہ صدیق شطاری 1677ء
2- تصوف - سوانح
3- عنوان

اغلاط کی درستی

صفحہ ۳ ، پیرا ۲ ، سطر ۳ کی ابتدا مین لفظ اور مین الف لگانا ہے۔

صفحہ ۹ پر حوالہ جات ۱، ۲، ۳، ۴ کے بجائے ۳، ۴، ۵، اور ٦ پڑھنا ہے۔

صفحہ ۱۳ پر دوسری سطر مین ۱۲۰۹ ھ کے بجائے ۱۲۰۹ ذ پڑھنا ہے۔

صفحہ ۱۷ ، آخری پیرا کی دوسری سطر ۔ لفظ فقط پر ف سے اضافی لفظ حذف کرین ۔

صفحہ ۱۹ ۔ پیرا ۲ سطر ۸ ۔ لفظ محبتون کے بجائے صحبتون

صفحہ ۲۵ سطر ۸ ۔ لفظ شمعیست ہے۔

صفحہ ۲۸ پیرا ۳ ، لفظ انیس العاشقین ہے فالتو م حذف کرین ۔

صفحہ ۱۲٦ ۔ عنوان مین پہلا لفظ شخصیت ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون

القرآن ۱۰. ۶۲

اسرار الاولیاء

تذکرہ

حضرت شیخ المشائخ قاضی فتح اللہ صدیقی شطاری و اہل خاندان
خانقاہ درس شریف. اگہار. کوٹلی. آزاد کشمیر
مع مختصر تذکرہ مشائخ کبار پاکستان و ہند

مرتبہ

عبدالعزیز قریشی. ایم اے معاشیات (پشاور)

ڈین

یونیورسٹی کالج آف ایڈمنسٹریٹو سائنسز، کوٹلی
آزاد کشمیر

۱۹۹۴ء